عقیل سلمہ

فکر و عمل

(دُمُوعُ و مُہَجُ)

از

محمد امیر امام حسن

تمہید

عقیل محمد علی امام سلمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر عصر میں اور ہر سرزمین پر ہر قوم میں اور ہر مسلک میں مفکّرین اور مرشدین کا ظہور ہوا۔ عصر جدا تھے اور زبانیں مختلف تھیں، طرزِ فکر منفرد اور محیط مخصوص تھا۔ لیکن سب نظریں اُصولِ اخلاق میں متحد نظر آتی ہیں یعنی عدالت و اُخوتِ بشریہ جو اصل اخلاق ہے ہر ایک کے پیغام میں موجود ہے۔ یہی وہ وسعتِ نظر ہے جو عظمت کا جزء لاینفک ہے، بلکہ یہی وسعتِ نظر عظمت ہے۔

اگر ان مفکرین اور مرشدین کے ماننے والے جزئی اختلافات کو بہ نظر اہمیت دیکھیں تو آزاد خیالوں کو اس سے غرض نہیں اور نہ وہ اس پہلو سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہر ہادی کا محیط جدا تھا لہذا فرعی اختلافات کا ہونا باعثِ استعجاب

نہیں ہے۔ جو امر اہم ہے وہ یہ ہے کہ اُصولِ اخلاق میں اتحاد ہے۔

علاوہ ازیں ادیانِ بشر کے پیغام بحالتِ حقیقی نہ رہ سکے، مرورِ زمان اور انسان کے خطا و نسیان نے ان میں تغیرات پیدا کر دیئے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ سدھارتا گوتما کا ایسا مفکر اپنے ماننے والوں کے افعالِ سئیہ سے راضی ہو سکتا ہے۔

آیا عیسیٰ ابن مریم اپنے تابعین کی خانہ جنگیوں اور عالمی حروب سے راضی ہو سکتے ہیں۔ گو کہ ایک وہ بھی دور گزر چکا ہے جب روح اللہ کے ماننے والے فرقِ مختلفہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہتے تھے۔ افسوس ہے کہ روح اللہ کے انسانی پیغام کو نوعِ بشر نے نہ سمجھا ورنہ اس قدر قتل و خون کی نوبت نہ آتی۔

محض یہی نہیں کہ بعد والوں نے اس مجسمۂ انسانیت کو بخوبی نہ پہچانا بلکہ اس کے معاصرین نے اس نفسِ زکیہ کی قدر نہ جانی اور اس کے ارشادات اور ہدایات کے عوض میں اسے نہایت ہی بے رحمی سے قتل کر دیا۔

چوں مسیحائے نبی کشتی و سقراطِ حکیم
ز نبوت بشناسی نہ مجموع اے دنیا
(شہریار تبریزی)

نابغہ ادب معاصر جبران خلیل جبران نے اس نفسِ زکیہ کی تعریف و توصیف ان جامع الفاظ میں کی ہے۔

"لم یجئ یسوع لیعلم النّاس بناء الکنائس الشاهقة والمعابد الضخمة فی جوار الاکواخ الحقیرة والمنازل الباردة المظلمة بل جاء لیجعل قلب الانسان هیکلا ونفسه مذبحا وعقله کاهنا۔

"لم یخف یسوع مضطهدیه ولم یخش اعداءه ولم یتوجع امام قاتلیه بل کان حرا علی رؤوس الاشهاد جریئا امام الظلم والاستبداد یری البثور الکریهة فیبضعها ویسمع الشر متکلما فیخرسه ویلتقی الریاء فیصرعه"

"عیسیٰ اس لیے نہیں آئے کہ لوگوں کو ناچیز جھونپڑوں اور سرد تاریک گھروں کے جوار میں بلند کلیسے اور بڑے بڑے معابد بنانا سکھائیں، بلکہ اس لیے تاکہ آدمی کے دل کو عبادت گاہ اور اُس کے نفس کو قربان گاہ اور اس کی عقل کو بشیر و نذیر بنا دیں۔

"عیسیٰ نے نہ تو اپنے آزار رسانوں سے خوف کیا اور نہ اپنے

دشمنوں سے کبھی ہراس کیا اور نہ کبھی اپنے قاتلوں کے مقابلے میں اذیت
سے تاثر ظاہر کیا۔ بلکہ وہ علناً آزاد تھے۔ ظلم و استبداد کے مقابلے میں
جری تھے۔ وہ بدی اس طرح قطع کر ڈالتے تھے جس طرح بدنما ٹہنی کو کاٹ
ڈالا جاتا ہے۔ وہ جب بھی بدی کو گویا پاتے تو اُسے گنگ کر دیتے اور
جب بھی کبھی ریاء کو پا جاتے تو اُسے مار گراتے۔")

آیا محمدؐ بن عبداللہ اپنی ملت کی تباہ کن سیاست اور تعدی اور ظلم و
نہب و غارت سے راضی ہو سکتے تھے۔ جو ان کی آنکھ بند ہوتے ہی نام نہاد
مسلمانوں نے شروع کر دی تھیں۔ آیا وہ رحمۃ للعالمین جو بحالت اضطرار بھی
کسی قسم کا حربہ یا اسلحہ استعمال کرنے سے اجتناب کرتا رہا اس کشت و خون اور تشدد
کو پسند کر سکتا تھا جو اس کے نام نہاد متبعین نے اسلام کی ترویج کے بہانے
اس کی آنکھ بند ہوتے ہی شروع کر دی، وہ نبیؐ کریم کبھی ان افعالِ سیئہ سے
راضی نہیں ہو سکتا ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب نے اپنے رسولؐ کے پیغام کو
کما حقہ سمجھا اور اس عادل و کریم ہستی نے اپنے دورِ خلافت میں اس سیاست
کا خاتمہ کر دیا جو اسلام کی تبلیغ و ترویج کے بہانے ممالک فتح کرنے اور

مالِ غنیمت جمع کرنے کی غرض سے شروع کی گئی تھی۔ اس شجاع شخصیت
نے ہر موقع پر دفاع کے سلسلے میں جنگ کی ورنہ ہمیشہ اپنی زندگی عدالت
قائم کرنے میں صرف کی۔

علیؑ بن ابی طالب کی شخصیت بارزہ کے متعلق برٹرنڈ رسل فلسفی
عصر حدیث حسب ذیل رائے پیش کرتا ہے۔

"Ali went down before the politicians who only rallied round the Prophet after his success".

(The Theory and Practice of Bolshevism: pp. 74-75, Chapter VIII International Policy Bertrand Russell).

(ترجمہ) " علی ان سیاسی زعماء کے مقابلے میں ناکام رہے جو محض
رسولؐ کی کامیابی کے بعد رسولؐ کے ساتھ ہو لیے تھے"

جبران خلیل جبران اس جلیل القدر ہستی کے متعلق یہ اظہار خیال کرتا ہے:-

" فی عقیدتی ان ابن ابی طالب کان اول عربی لازم
الروح الکلیہ وجاورھا وسامرھا وھو اول عربی تناولت
شفتاہ صدی اغانیہا علیٰ مسمع قوم لم یسمعوا بہا من

ذی قبل فتاھوا بین مناھج بلاغته وظلمات ماضیھم فمن
اعجب بھا کان اعجابه موثوقا بالفطرہ ومن خاصمه کان
من ابناء الجاھلیه مات علی بن ابی طالب شھید عظمته
مات والصلاۃ بین شفتیه مات وفی قلبه الشوق الی
ربه ولم یعرف العرب حقیقة مقامه ومقدارہ حتی قام
من جیرانھم الفرس اناس یدرکون الفارق بین
الجواھر والحصی مات قبل ان یبلغ العالم رسالته کامله
وافیه غیر اننی اتمثله مبتسما قبل ان یغمض عینیه عن ھذہ
الارض مات شأن جمیع الانبیاء الباصرین الذین یاءتون
الی بلد لیس ببلدھم والی قوم لیس بقومھم وفی زمن
لیس بزمنھم ولکن لربک شاءناً فی ذلک وھو اعلم۔")

("میرے عقیدے میں علیؑ بن ابی طالب پہلے عرب ہیں جو "روح کل"
کے ہمیشہ ساتھ رہے۔ اور اس کے ہم جوار اور اس سے ہم کلام رہے
اور وہ پہلے عرب ہیں جن کے لبوں نے اس کے نغموں کو حاصل کر کے
اس قوم کو سنایا جس نے اس کے قبل کبھی انھیں نہ سنا تھا۔ پس

ان نغمات کو سننے کے بعد وہ آپ کی بلاغت کی راہوں اور اپنی گزشتہ
تاریکیوں کے درمیان متحیّر ہو کر سرگشتہ رہی۔ پس جس کو اس
سے استعجاب ہوا اس کا استعجاب ایک فطری امر تھا۔ لیکن جس نے
آپ سے دشمنی کی وہ حقیقتاً زمان جاہلیت کا ممثل تھا۔ علیؑ بن
ابی طالب کی موت اُن کی عظمت کی گواہ ہے۔ وہ اپنی عظمت
کے شہید ہو کر دُنیا سے اُٹھے۔ آپ کی موت اس حالت میں آئی
کہ جب آپ کے لبوں پہ ذکرِ رب تھا۔ جب آپ کے دل میں پُروردگار
کا اشتیاق تھا۔ عرب آپ کی منزلت کی حقیقت نہ سمجھے، اور نہ
آپ کی فات کی قدر و قیمت سمجھے، یہاں تک کہ ان کے فارس
کے ہمسایوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوئے جو جواہر اور سنگریزوں
میں فرق کر سکے۔ علیؑ اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ قبل اس کے کہ
ان کا پیغام عالم کو پورے طور سے پہونچے یہ سخت مصائب ضرور
تھے۔ پھر بھی میں علیؑ کا تصور کرتا ہوں تو میری نظر میں ان کی وہ مُسکراتی
ہوئی صورت پھر جاتی ہے جب وہ اپنی آنکھیں اس دُنیا سے بند کر رہے
تھے۔ علیؑ کی موت اُن انبیاء عارفین کی موت کی ایسی تھی جو ایسے

شہر اور ایسی قوم اور ایسے زمانے میں آئے جو نہ ان کا شہر تھا اور نہ ان کی قوم تھی اور نہ ان کا زمانہ تھا۔ لیکن یہ امور الٰہی ہیں اور وہی اعلم ہے۔")

ان ہستیوں کو گزرے ہوئے زمانہ ہوا لیکن جب تک دنیا میں ایسے چند لوگ بھی موجود ہیں جو ان کے اخلاق و احکام سے متأثر ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اُس وقت تک انسان کو اصول عدالت اور اُخوت سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔

محمد امیر امام حُر

بغداد - عراق

رمضان ۱۳۷۴ھ مطابق مئی ۱۹۵۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دموع و مُہج

فصل اوّل

۱

نہاں سحاب مشیت میں تھی بہار وجود — گواہ صنعت صانع ہے خار خار وجود

نوائے راز سناتا ہے تار تار وجود — بھڑک رہی ہے خلائے عدم میں نار وجود

عجیب باعث حیرت چمن ہے ہستی کا

علامت ید قدرت چمن ہے ہستی کا

(۲)

محیطِ دہر میں ہر شے ز باطن و ظاہر — خود اپنے نفس کے ایجاد سے تو ہی قاصر

حدوث کیسے ہوا عالمِ وجود کا پھر — اُلجھ کے رہ گیا خود اپنے دام میں منکر

نہ ایک قول بھی ملحد کا دل نشیں پایا

خود اپنے آپ کو غافل سمجھ نہیں پایا

(۳)

مثالِ نورِ بصر گو نظر سے ہے مستور — علامتوں سے ہے خالق کی دو جہاں معمور

قریب تر رگِ جاں سے گمان و وہم سے دور — کریم و حیّ و جلیل و علیم و ربِ غفور

قریب بھی ہے ہر اک چیز سے بعید بھی ہے

شریک بھی ہے ہر اک شے کا اور وحید بھی ہے

(۴)

قدیم و سرمد و یکتا و لایزال ہے وہ — حکیمِ مطلق و خلّاقِ ذوالجلال ہے وہ

یہ کیا کہا کہ فقط وہم اور خیال ہے وہ — سمجھ میں آ نہیں سکتا کہ بے مثال ہے وہ

شعور و ہوش میں جو نقش بھی اُبھرتا ہے

خیال و وہم میں امثال پیش کرتا ہے

(۵)

خود اپنی ذات کی تنہا دلیل جو ہے وہ ربّ — وہ جس کی شان تنزہ نہی ہے حدِّ ادب

وجودِ عالمِ اسباب کا وہی ہے سبب — حدود وسعتِ ادراک میں وہ آیا کب

بہ ہیچ دامِ خرد کُنہ او نہ افتاد است

"ز ہر چہ رنگِ تعلق پذیرد آزاد است"

(۶)

عجب جلال ہے کیا حُسنِ بے نیازی ہے — جہاں کی چارہ گری بندگاں نوازی ہے

عجیب شان سے عالم کی کارسازی ہے — یگانہ طور و طریقِ چمن طرازی ہے

طبیعتِ دو جہاں میں اُصول مخفی ہیں

ہر ایک دانے میں پھل اور پھول مخفی ہیں

(۷)

عروقِ دہر میں فطرت کا زور ہے ساری — ہر ایک چیز ہے آپ اپنے نہج پر جاری

مزاجِ خلق ہے خود شانِ قدرتِ باری — دلِ وجود پہ عالم ہے وجد کا طاری

قفس میں جسم کے ہے جاں کو آرزو اسکی

تڑپ کے قلب بھی کرتا ہے جستجو اسکی

۸

وہ جسکی ذات سے وابستہ ہو نظامِ حیات — یقین جس کا بتاتا ہو خیر و شر کے نکات

مآلِ ظلم دکھا کر سکھا دے حسنات — جو وہ نہیں ہے تو بے معنی ہے حیات و ممات

"جہان و کارِ جہاں سربسر اگر باد است

چرا ز بادِ مکافات او دبیداد است"

۹

خدا سے پھر گئی دنیا عجیب طور ہوا — زمین اور ہوئی آسمان اور ہوا

بنی امیہ کے ہاتھوں جو ظلم وجور ہوا — جہاں میں پھر اسی رسمِ ستم کا دور ہوا

خدائے عادل و قہار کا یقیں نہ رہا

بدی و خوبیِ کردار کا یقیں نہ رہا

۱۰

اساسِ خلق پہ ایسی کبھی نہ ضرب لگی — یقینِ حق کی جو زنجیر ادب کی ضامن تھی

ہوئی شکستہ الگ ہو گئی کڑی سے کڑی — درندگی ہے یہ ہم جس کو سمجھے آزادی

نہ عشقِ حق ہے نہ ہمدردیِ بشر باقی

نہ عدل و داد نہ تفریقِ خیر و شر باقی

۱۱

کسی کے دل میں بھی جس طرح حرصِ دولت ہے — جہاں میں پھر صنمِ مال کی پرستش ہے

کہیں ہے چنگ و رباب و کباب و ساغر و مے — کہیں ہے خونِ جگر اور آہ و نالہ کی لے

دلِ فقیر کو ہے ٹوٹنے کی آزادی

اور اہلِ زر کو ملی لوٹنے کی آزادی

۱۲

ہمیں ہے آج یہ دھوکا کہ ہے بشر آزاد — زر و درم کا جہاں میں ہے دورِ استبداد

طمع کی تیغ کو سونتے ہوئے کھڑا ہے فساد — جو حریت کی طلب ہے اسے کرو برباد

رہے قیودِ عدالت میں پائے آزادی

نہ ہو بہانۂ ظلم انتہائے آزادی

۱۳

طمع ہے مال کی اور ایک دوسرے سے عناد — کوئی بنا ہے جو قارون تو کوئی ہے شدّاد

کیا ہے حرص نے معیارِ خیر و شر برباد — بہ عیش و نوش بکوشید ہر چہ بادا باد

نہ صرف دور ہے دنیا میں مادّیت کا

جہاں سے اٹھ گیا احساس آدمیت کا

۱۴

رہا نہ فرق بھی اب حسنِ و قبحِ سیرت کا — چڑھا ہوا ہے ہر اک سمت فسق کا دریا
کہیں ہے ظلم و ستم اور کہیں ہے جور و جفا — نشاط و عیش میں ڈوبے ہیں رحم بھی نہ رہا
غریقِ موجۂ مے ہے ہر اک سفینۂ دل
ہے بڑھ کے سنگ سے بھی سخت آبگینۂ دل

۱۵

نہیں ہے آج بھی عالم میں وہ استبداد — رسولؐ اُٹھے جو دُنیا سے دیں ہوا برباد
گئی زمانے سے انسانیت کی بادِ مُراد — وہ عدل ہی نہ رہا جس سے تھا جہاں آباد
حقوق لے کے غریبوں کے یوں وہ پھول گئے
رسولِؐ حق نے دیا تھا جو درس بھول گئے

۱۶

شعار خلق و عدالت جو تھا نبی کا شعار — اسے تو ترک کیا اور کھینچ لی تلوار
بنا درست نہیں کیوں نہ کج ہو دیوار — بگڑ چکی تھی اسی وقت دین کی رفتار
رسول اُٹھ چکے تھے عدل اک فسانہ تھا
برائے جلب زر اسلام کا بہانہ تھا

۱۷

علیؑ کے دل سے تو پوچھو یہ دردِ پنہانی — جو تھا رسولؐ کے ہمراہ دین کا بانی
وہ جس نے کی تھیں فقیروں کی مشکلیں پانی — مُنافقوں میں گھرا تھا وہ شیرِ ربانی
وہ ظلم و جور کے سیلاب اور وہ تنہائی
وہ حرص و زور کے گرداب اور وہ تنہائی

۱۸

بجز حسینؑ و حسنؑ اور بتولؑ عرش وقار — بہت ہی کم تھے خدا کے ولی کے یار و دیار
فدا تھے حضرت سلمانؓ و بوذرؓ و عمارؓ — سپر تھے شاہ کے مقدادؓ و میثمِ تمارؓ
تھے گو کہ اشجع و اعلیٰ و سرفروش یہ سب
مگر جو صبر کا تھا حکم تھے خموش یہ سب

۱۹

تھا جب خلاف پیامِ رسولؐ اک عالم — بجز خدیجہؓ و حیدرؑ نہ تھا کوئی ہمدم
علیؑ نے بڑھ کے اُٹھایا تھا دین کا پرچم — انھیں کے دم سے ہوئی تھی اساسِ حق محکم
سپر نبیؐ کی بنے سیفِ ذوالجلال بنے
خلوص و عزم میں اپنی ہی خود مثال بنے

۲۰

کہا نبیؐ نے وصی دعوتِ عشیرہ میں — مجال شک نہیں مفہومِ لفظِ مولیٰ میں
تھے جتنے واسطے ہارونؑ اور موسیٰؑ میں — وہی ہیں اپنے نبیؐ اور شاہِ والا میں

طلب کیا تھا جو قرطاس اور قلم کیا تھا
خدا ہی جانے کہ مقصدِ شہِ اُمم کیا تھا

۲۱

کیا رسولؐ نے ترکِ وطن جو بہرِ خدا — بنایا مکہ میں حیدرؑ کو جانشیں اپنا
امینِ حق کی امانت کا وہ امین ہوا — نبیؐ کے فرش پہ تیغوں کے سائے میں سویا

اک اک شریر کا زہرہ جو آب ہوتا تھا
تھے فرشِ خواب پہ حیدرؑ کہ شیر سوتا تھا

۲۲

چلی جو بدر و اُحد میں وہ تیغ کس کی تھی — بروزِ تیرۂ احزاب صف بہ صف اُلٹی
قدم نے کس کے ہلا دی اساس خیبر کی — یہ کس جری نے مہم تھی حُنین کی سر کی

ہر ایک غزوہ میں تنہا ستیز کی کس نے
بپا مصاف میں اک رستخیز کی کس نے

۲۳

وہی علیؑ کہ یدُ اللہ جس کو کہتے ہیں — مہادرانِ جہاں شاہ جس کو کہتے ہیں
خود انبیاء خضرِ راہ جس کو کہتے ہیں — نصیری آج تک اللہ جس کو کہتے ہیں

وصی رسولؐ کا گر ہو کوئی تو ایسا ہو
وہ جس کی ذات پہ سب کو خدا کا دھوکا ہو

۲۴

مقابلے میں علیؑ کے نہ غیر کو لاؤ — ذرا علاج کرو اپنی عقل کا جاؤ
خود اپنے آپ کو تاریخ پڑھ کے سمجھاؤ — ذرا تو غیر مذاہب کے آگے شرماؤ

طلب تھی مال کی اسلام اک بہانہ تھا
وہ بیتِ مال نہ تھا دُزد کا خزانہ تھا

۲۵

ہر ایک غزوے سے دیکھو گریز کس نے کی — جبل کی چوٹیوں پہ جست و خیز کس نے کی
بشر کے حلق پہ شمشیر تیز کس نے کی — خود اپنے دین سے چھپ کر ستیز کس نے کی

جہاں میں ظلم و ستم کس نے آشکار کیا
جبینِ سادہ مُسلم کو لکّہ دار کیا

(۲۶)

دفاعِ صدق کجا حملۂ شرار کجا　　صفائے قلب کجا حقد کا غبار کجا
سرورِ عدل کجا ظلم کا خمار کجا　　خدا کا نور کجا اور سقر کی نار کجا

صحابِ جُود کجا خانماں خراب کجا
"ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا"

(۲۷)

جہاد صبر و شجاعت کا نام ہے لوگو　　جہاد عدل و مروّت کا نام ہے لوگو
جہاد جود و سخاوت کا نام ہے لوگو　　جہاد سیرت و ہمّت کا نام ہے لوگو

جہاد نام نہیں شاہی و امیری کا
جہاد نام نہیں حرص و ملک گیری کا

(۲۸)

جہاد کرتا ہے خود اپنے نفس سے مومن　　جہاد کرتا ہو اخلاق بد سے رات اور دن
مجاہد اس کو کہو ہو جو خلق کا محسن　　جو ہو جہان میں عدل و امان کا ضامن

جہاد نام ہے اس جہد و جہدِ پیہم کا
جو کام ہے دلِ مردانِ خُلقِ محکم کا

(۲۹)

نہ یہ کہ ہو ہوسِ مال کا بہانہ جہاد　　بھرے زر و گہر و سیم سے خزانہ جہاد
یہ کام تو ہے فقط دُزد و شوم کا نہ جہادؔ　　ہے خلقِ بد کے لیے حق کا تازیانہ جہاد

سوادِ شر سے لڑو یہ جہاد ہے سمجھو
علاوہ اسکے جو ہے سب فساد ہے سمجھو

(۳۰)

نبیؐ کے عہد میں جنگیں ہوئیں برائے دفاع　　غرض نہ جنگ سے تھی اور کچھ سوائے دفاع
گھرا ہوا تھا مدینہ بنا تھا جائے دفاع　　سمجھ میں آیا تمھاری یہ ماجرائے دفاع

ہو فکر و وہم سے بالا جہاد کی قیمت
مجاہدوں کا لہو تھا جہاد کی قیمت

(۳۱)

وہ گرم موت کا بازار اور وہ طغیانی　　کہ جس کے سامنے ٹھہرے نہ عزمِ انسانی
وہ شورِ حرب وہ جانوں کی اس میں ارزانی　　علیؑ کی تیغ تھی میزانِ عدلِ ربّانی

بڑے بڑوں کے قدم جم سکے نہ میداں میں
علیؑ کے پاؤں تھے کوہِ ثبات طوفاں میں

(۳۲)

ہو مدح گوئے علیؑ ابنِ عبدِ وُد کی بہن   کیا تھا بھائی کو گو قتل تھا مگر روشن

کہ قتل جس نے کیا ہے مروّت اس کا چلن   تمام اسلحہ یوں ہی تھے اس کے زیبِ تن

قدیم رسم کو جانا تھا ننگ مولا نے

خدا کے واسطے کی تھی یہ جنگ مولا نے

(۳۳)

وہ فتح مکہ میں کفّار پہ عطائے نبیؐ   وہ شانِ مصطفویؐ اور رُعبِ مرتضویؑ

رہی نیام میں شمشیر ہر سپاہی کی   تھے بہرِ دشمنِ دیں ابروؤں کے بل کافی

جلالِ حق تھا ہویدا علیؑ کی صورت میں

عیاں تھی برقِ غضب یا کہ ابرِ رحمت میں

(۳۴)

یہ کس کے پاؤں سرِ دوشِ مصطفےٰؐ پہونچے   وہاں جو عرش سے رُتبے میں ہو سوا پہونچے

سوائے نفسِ نبیؐ اور کوئی کیا پہونچے   جہاں علیؑ ولی شاہِ لافتیٰ پہونچے

یہ کس کی شان میں بلّغ کا حکم آیا ہے

نبیؐ نے تھام کے بازو کسے اُٹھایا ہے

(۳۵)

وہ حکم بھول گئے جو غدیرِ خُم میں ملا   وہ درس کیا تھا جو اکملتُ دینکم میں ملا

نہ ایک صاحبِ عدل و وفا بھی تم میں ملا   تمھارا ذکر ہمیں قولِ عُمّی و صُمّ میں ملا

اُٹھائے رنج تمھارے لیے وطن چھوڑا

اُسی رسولؐ کو بے گور و بے کفن چھوڑا

(۳۶)

فقط رسولؐ کو تم نے نہ بے کفن چھوڑا   اُسی کے عہد میں حکمِ خدا سے مُنھ موڑا

ہزار مرتبہ پیمان وفا کا ہے توڑا   ذخیرہ زر کا کیا اور دین کو چھوڑا

ہر ایک بات سے مُرسل کی انحراف کیا

تمھیں نے جیشِ اُسامہ سے اختلاف کیا

(۳۷)

کلامِ مُرسلِ حق اور اُسے کہیں ہذیان   اسی زبان سے سُنتے تھے رات دن قرآن

اُسی کا قول تھا دردِ شقاق کا درمان   اُنھیں لبوں نے تو بخشی تھی جسمِ مردہ کو جان

خلوصِ دُنیا سے اُٹھا غرض نے عود کیا

طبیب رُوح گیا اور مرض نے عود کیا

(۳۸)

وہ مکر و زور و نزاع و نفاق وہ چالیں — ہر ایک کی یہی خواہش کہ ہم ہی سب پالیں
خدا کے دین کو سانچے میں اس طرح ڈھالیں — حقوق جتنے بشر کے ہیں سب کے سب کھالیں

وقار کچھ نہ رہا منصب خلیفہ میں
بنا خراب ہوئی دین کی سقیفہ میں

(۳۹)

لگا دیا دلِ مسلم کو نہبِ غارت میں — خیال اُس کا ہوا محو مال و دولت میں
شعور غرق ہوا ایسا جاہ و سطوت میں — کہ جس نے فرق کیا مسلکِ اُخوت میں

بدل دیا ہے جو یوں مذہبِ مبینِ نبیؐ
جہاں کو ہے یہی دھوکا کہ ہے یہ دینِ نبیؐ

(۴۰)

نبیؐ نے کی تھی تو تبلیغ خُلقِ اعظم سے — نہ نوکِ نیزہ و شمشیر تیز کے دَم سے
علیؑ کے دل میں جو تھا درد تو اسی غم سے — ٹپک رہا تھا لہو دل کا چشمِ پُرنم سے

دفاع اور ہے حق کی ہجوم و حملہ نہیں
اُحد کی جنگ جدا ہے یہ قادسیہ نہیں

(۴۱)

وہ مالک ابنِ نویرہ کا قتل اور وہ ستم — وہ اُس کی زوجہ پہ ظلم و تعدّیٔ اظلم
عجب ہے دیدۂ انسانیت نہ ہو گر نم — شکن پڑی نہ جبیں پہ نہ ابرؤوں پہ خم

نہ اُس پہ حد ہوئی جاری نہ کچھ سوال ہوا
شعارِ دیں کے محافظ یہ بس کمال ہوا

(۴۲)

ہوئے جو قتل مسلماں تو دورِ اوّل میں — بشر کا خون تھا ارزاں تو دورِ اوّل میں
مٹے رسولؐ کے فرماں تو دورِ اوّل میں — نبیؐ کی قبر تھی لرزاں تو دورِ اوّل میں

سہے علیؑ ولی نے جو رنج و غم معلوم
ہوئے رسولؐ کی بیٹی پہ جو ستم معلوم

(۴۳)

اَلم وہ باپ کی فرقت کا اور وہ غم کا ہجوم — نبیؐ کے ترکے سے بھی فاطمہؑ ہیں محروم
جلانے آیا تھا بیتِ نبیؐ جو دشمنِ شوم — ادبِ رسولؐ کا تھا اُس کے قلب میں معدوم

اسی کو کہتے ہیں کیا پاسِ شانِ پیغمبرؐ
وہ تازیانہ وہ بازوئے جانِ پیغمبرؐ

۴۴

وہ ریسمان میں ہو ہر گلوئے شیرِ خدا　　وہ بیکسیِ بتول اور وہ ظلم و جور و جفا
وہ تازیانے کی جانِ رسولؐ کو ایذا　　فشارِ باب سے دبنا وہ ہائے پہلو کا
یہی عوض تھا مگر شاہِ دیں کے احساں کا
یہی وقار تھا کیا خاتمِ رسولاں کا

۴۵

وہ خامشی سے مصائب کا دل پہ سہ جانا　　وہ خونِ دل کا کبھی آنسوؤں میں بہہ جانا
تڑپ کے آہ کبھی سوئے قبرِ شہ جانا　　ہجومِ غم جو ہوا یوں ہی گھٹ کے رہ جانا
جگر کے داغ نہ اشکوں سے دھو سکیں زہراؑ
کبھی نہ باپ کو جی بھر کے رو سکیں زہراؑ

۴۶

وہ زندگانیِ زہراؑ کے آخری آلام　　وہ بے زری میں سخاوت وہ فاقے صبح و شام
ستم زدوں پہ وہ بخشش وہ رات دن اکرام　　سوائے شکرِ خدا اور نہ لب پہ کوئی کلام
کبھی نہ پھر دلِ مضطر کو یوں ہوا صدمہ
علیؑ کے قلب سے پوچھو فراق کا صدمہ

۴۷

اُٹھا تھا رات میں تابوتِ خاصۂ باری　　ہوئی بلند نہ آوازِ گریہ و زاری
سیاہ پوش تھا عالم سکوت تھا طاری　　تھا محوِ صدمہ و اندوہ چرخِ زنگاری
فلک پہ ماہ و کواکب خموش تھے غم سے
تمام روئے زمیں نم تھی اشکِ شبنم سے

۴۸

ہے آج بھی وہی بے چارگی پہ شانِ وقار　　نہ کوئی شمع ہے تربت پہ اور نہ لوحِ مزار
سکوت چھایا ہے راتیں ہیں غم سے تیرہ و تار　　مگر دلوں کے ہیں پروانے اب بھی اس پہ نثار
نشانِ قبر مٹانے سے ان کے کیا مٹتے
دلوں پہ نقش جو ابھرے تھے وہ بھلا مٹتے

۴۹

ہے آج بھی وہی دنیا میں اضطہاد اے حر　　نہیں کہیں بھی زمانے میں عدل و داد اے حر
رسولِ حق کی ہے تعلیم نامراد اے حر　　بھڑک رہی ہے ابھی آتشِ فساد اے حر
زمانہ ڈھونڈھ رہا ہے کسی مسیحا کو
حیات عدل سے بخشے جو ساری دنیا کو

(۵۰)

کہاں ہو نورِ نگاہِ نبیؐ و بنتِ نبیؐ — کہاں ہو وارثِ عدل و سخائے مرتضویؑ
جہاں تو ظلم سے اب پُر ہے یا علیؑ ولی — کہاں ہو حاملِ شمشیر برق زائے علیؑ
"زمانہ بر سرِ جنگ است یا علیؑ مددے
مدد ز غیر تو ننگ است یا علیؑ مددے"

فصلِ دوم

(۵۱)

فروغِ صدق سے اے طبع ضوفشاں پھر ہو — رموزِ فطرتِ عالم کی راز داں پھر ہو
مثالِ موجۂ تسنیم ہاں رواں پھر ہو — کمالِ اَوج میں ہم دوشِ کہکشاں پھر ہو
ورائے کاہکشاں کچھ نہیں جو زد میں نہیں
کوئی جہان نہیں جو خرد کی حد میں نہیں

(۵۲)

خود اس کے علم سے برتر ہو اس کی ہر جدّت — ہو اپنی قدرتِ وجودت پہ آپ اسے حیرت
نہ ہو ضیا میں یہ سرعت نہ برق میں یہ صفت — جہاں کی وسعتِ بے حد میں یہ نہیں وسعت
درآئے نقطۂ موہوم میں دقیق ایسی
فرد ہو دہر کی گہرائی میں عمیق ایسی

(۵۳)

تمام عالمِ امکاں کا اسفل و اعلیٰ — ہے اس کی گرمئ رفتار سے تہ و بالا
کبھی ہو قلب میں ذرّے کے ایک حشر بپا — جہانِ لا متناہی کو گاہ گھیر لیا
ہوا قرار نہ عالم نوردیوں سے اسے
ملا جو علم تو آوارہ گردیوں سے اسے

(۵۴)

اسی سے وہم و ضلالت کے پھوٹتے ہیں حباب — اسی کے شک سے کھُلے ہیں یقین علم کے باب
منور اس سے ہوئی بُو علی کے دل کی کتاب — اسی سے فکرِ ارسطو میں تھا غضب کا شباب
اسی کا حکمتِ لقمان میں ظہور رہا
اسی کا دانشِ سقراط میں وفور رہا

(۵۵)

اسی نے شک بھی سکھایا یقین بھی بخشا — اسی نے دیر و حرم میں کیا ہے حشر بپا
اسی سے دیں متزلزل اسی سے کفر فنا — اسی سے بتکدۂ وہم میں ہے ہنگامہ
اسی کی وجہ سے ہے ذوقِ جستجو باقی
اسی سے علم و عمل کی ہے آبرو باقی

(۵۶)

ہے اس میں شک کی بھی گنجائش اور یقین کی بھی — یہی ہے وجہ ترقی بھی علم و دانش کی
اسی سے قلب کے گوشوں میں روشنی پھیلی — ہوئے اسی سے رموزِ ضمیر سب پہ جلی
کھلے جو نفس کے عقدے تو اسکے ناخن سے
کمالِ علم ہوا عقل کے تعاون سے

(۵۷)

تعصبات نے ادیان کو کیا فاسد — رہی ہمیشہ انھیں بحث و فحص علم سے ضد
خرد ہے برق صفت اور وہ رہے جامد — مزاج اس کا ہے آتش کا اور وہ راکھ
یہ اعتقاد کی طالب وہ اس سے خائف ہیں
یہ تجربوں کی موافق ہے وہ مخالف ہیں

(۵۸)

نئے طریق کی ہے اس کی جادہ پیمائی — انوکھی چال نے خود راہ اس کو بتلائی
روش خود اس کی اسے سوئے راہِ حق لائی — بھٹک بھٹک کے رہِ راست کی طرف آئی
شریک حق جو ہوئی نور لائی عالم میں
جدا ہوئی تو بلا بن کے چھائی عالم میں

(۵۹)

جہاں کے واسطے آفت ہے گمرہی اسکی — ہزار بار بشر نے جفا سہی اس کی
اگر نظر نہ سوئے راہِ حق رہی اس کی — فنا کرے گی اسے آپ آگہی اس کی
یہ بادِ فتنہ جو شعلہ کو یوں ہوا دے گی
تو گھر کی آگ ہی اس گھر کو بس جلا دے گی

(۶۰)

خرد ہمیشہ نئی رہ تلاش کرتی ہے — تمام مغرضوں کے راز فاش کرتی ہے
عوض اصول و طریقِ معاش کرتی ہے — جہانِ کہنہ کو یہ پاش پاش کرتی ہے
سریرِ شاہوں کے زیر و زبر کیے اس نے
ہزار بتکدے مسمار کر دیے اس نے

۶۱

اسی نے جور و تشدد کے دل کیے تھوڑے   اسی نے رسم پرستی کے راستے چھوڑے
اسی نے دہر میں تاریخ کے ہیں رُخ موڑے   اسی نے بُت بھی تراشے اسی نے بُت توڑے
بشر کو درس دیا فن آذری اس نے
بتوں کو توڑ کے کی ہے ہمسری اس نے

۶۲

جہاں میں جلوہ سرِ کوہِ طور اس نے کیا   دلِ مسیح میں حق کا وفور اس نے کیا
نبی کے قول سے عالم میں نور اس نے کیا   جدارِ کعبہ ہوئی شق ظہور اس نے کیا
وہ جن کو زعم خدائی کا تھا لگے ڈبنے
اشارہ اس نے کیا سر جھکا دیے سب نے

۶۳

اُلٹ رہی تھی یہ تاریخ کے ورق پہ ورق   بنا حریمِ الٰہی میں اس کو مرکزِ حق
وہ برقِ عشق وہ نورِ حقیقتِ مُطلق   گداز سوز سے دیوارِ کعبہ ہوگئی شق
وفائے عشق نبی نے حرم بنا شیشہ
شراب تند تھی ایسی درک گیا شیشہ

۶۴

ازل سے ہوں میں اسی نورِ حق کا پروانہ   حدیثِ بزم ہے میرے ہی دل کا افسانہ
حریمِ کعبہ ہے یا عشق کا ہے میخانہ   مئے وفا سے ہے لبریز دل کا پیمانہ
مجھے وہ بادۂ عشق و وفا پلا ساقی
ہر ایک قطرہ ہو جس کا جہاں نما ساقی

۶۵

وہ مے جو نورِ خرد سے ہو مثلِ مہ روشن   بہ سوزِ عشق سے ہو جان و تن میں موج فگن
ہے جس کے رنگ میں ڈوبا ہوا وفا کا چمن   ہو جس کے فیض سے پُر ابرِ جود کا دامن
اسی سے بحرِ شجاعت ہو موجزن ساقی
اسی کا زورِ حق آئیں ہو بُت شکن ساقی

۶۶

وفا کے خون کی گردش رگوں میں تیز ہو پھر   تپش سے دل کی بپا ایک رستخیز ہے پھر
سوادِ ظلم سے حق مائلِ ستیز ہے پھر   حسامِ عدل اندھیرے میں برق ریز ہو پھر
وہ بحرِ عشق کی موجوں میں جوش پیدا ہے
ہر ایک موج کے دامن میں ایک دریا ہے

(۶۷)

یہ بحرِ عشق ہے دریائے بے کراں اے دل — رموز اس کے دلوں سے رہے نہاں اے دل
بلا اگر تو بلا لے بس یہی نشاں اے دل — اسی کے ابرنے کی شرح داستاں اے دل

لہو شہیدِ وفا کا یہ رنگ لایا ہے
زمیں پہ گل تو فلک پر شفق ہویدا ہے

(۶۸)

بتا رہا ہے ہمیں یہ شفق کا آئینہ — درونِ قطرۂ باراں یہ رنگ کیسا تھا
بلا سحاب کے خوں گشتہ دل سے اس کا پتہ — ہے بحرِ عشق کی موجوں میں رنگ خونِ وفا

رہینِ شورشِ طوفانِ ابتلا ہے شہید
خود اپنے خون کی موجوں میں پیرتا ہے شہید

(۶۹)

سرشکِ دیدۂ اہلِ صفا ہے خونِ شہید — برائے صدق و عدالت بہا ہے خونِ شہید
صداقت ہے حق گہرِ بے بہا ہے خونِ شہید — جہاں میں قیمتِ عشق و وفا ہے خونِ شہید

درِ وفا کے لیے وجہِ آبرو ہے یہی
ریاضِ عشقِ حقیقی کا رنگ و بو ہے یہی

(۷۰)

ہے جائے سجدۂ احرار آستانۂ عشق — وفا کے خون سے رنگیں ہوا فسانۂ عشق
فروغِ داغِ جگر ہے چراغِ خانۂ عشق — سنو ذرا دلِ پُر درد سے ترانۂ عشق

"گریز دار صفِ ما ہر کہ مردِ غوغا* نیست
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست"

* ھیجا

(۷۱)

یہ آستانۂ عشق و وفا ہے منزلِ حق — یہی ہے درگہ نورِ حقیقتِ مطلق
اسی سے کون و مکاں کا وجود ہے ملحق — اسی سے بزمِ دو عالم نے پائی ہے رونق

جو چاہے وہ تو نئی بزمِ ہست و بود بنے
بنے وجود عدم اور عدم وجود بنے

(۷۲)

کریم و عادل و رحمٰن و چارہ ساز ہے وہ — فرازِ عرش ہے پست اور سرفراز ہے وہ
مکیں ہے دل میں مگر آشنائے راز ہے وہ — عبادتوں سے دو عالم کی بے نیاز ہے وہ

بُری نیت ہو کہ اچھی سب اس پہ ظاہر ہے
کسی کا قلب ہے مومن کسی کا کافر ہے

(۷۳)

نماز و روزہ و تسبیح و حج و استغفار — نعوذ باللہ اسے کب یہ سب ہوئے درکار

کب ان کے ترک سے ہوتا ہو وہ غنی بیزار — رضا ہو اسکی کہ مخلوق کو نہ دو آزار

نہ اپنے نفس پہ اس نور کا قیاس کرو

ذرا جلالتِ حق کا لحاظ و پاس کرو

(۷۴)

خلوصِ عشقِ الٰہی ہے بس مرادِ نماز — گداز و رقتِ قلب بشر ہو صوم کا راز

زکوٰۃ و خمس تساوی رسم ناز و نیاز — جہاد سعی پئے صدق کوششِ جانباز

وفا و ہمت و عدل و وداد کو سمجھو

نکل کے وہم سے اصلِ مراد کو سمجھو

(۷۵)

عبادت اس کی نہ کر بہر جلب حور و قصور — جو خوفِ نار سے کی بندگی تو دل بے نور

ہے اپنے فعل کا مختار تو نہیں مجبور — سمجھ میں آئے نہ تیری تو ہو سمجھ کا فتور

خلوص گر نہیں دل میں غرض کو دور کرو

علاجِ نفس کرو اور مرض کو دور کرو

(۷۶)

الجھ کے رہ گیا دل تیرا پیچ کاکل میں — شعور و ہوش ہوئے غرق ساغر مل میں

یہی ہو سعی تری جادۂ تکامل میں — ہو محو خواب تری فکر دامن گل میں

امید و بیم میں سود و زیاں کی رہتا ہو

ترا خیال بھی موجوں میں مے کی بہتا ہو

(۷۷)

سمجھ کہ اجر ہے نیکی کا خود وہی نیکی — جزائے عشقِ حقیقی ہے درد و سوز دلی

معاوضہ عملِ خیر کا جو ہے تو یہی — کہ گاہ می شوی مسموم و گہ شہید شوی

بزم عشق بہ امید عیش و نوش میا

اگر نبودۂ جانباز و سرفروش میا

(۷۸)

یہ محفلِ طرب و عیش و انبساط نہیں — ہو جائے سجدۂ عشق و رضا یہاں کی زمیں

وفا کے خون سے ہو جائے سجدہ یاں رنگیں — جھکی ہو درگہِ خالق پہ اک شکستہ جبیں

سنو تو ساز غم و سوز جاں گسل کی صدا

ہو شور فرقت و رنجِ شکستِ دل کی صدا

(۷۹)

جو اوجِ عدل پہ تابندہ قطب تھا وہ دل — جو راہِ حق میں مصائب سہا کیا وہ دل
جو دوسروں کی مصیبت پہ رو دیا وہ دل — ہجومِ غم میں جو تھا دل کا آسرا وہ دل
فقیر کو نہ کبھی حاجتِ سوال ہوئی
بغیر مانگے عطا سب پہ حسبِ حال ہوئی

(۸۰)

وہ دل جو قبلۂ اہلِ رہِ صواب بنا — وہ دل جو کعبۂ مقصودِ شیخ و شاب بنا
وہ دل جو حکمت و عرفان کی کتاب بنا — وہ دل جو اوجِ ہدایت کا آفتاب بنا
رگوں میں جسکی رواں خونِ عزم و ہمت ہے
تپش میں جسکی مہیا خدا کی قدرت ہے

(۸۱)

امیدِ عدل و مساوات جاوداں دل ہے — کریم دل ہے، سخی دل ہے دلستاں دل ہے
شجاع دل ہے جری دل ہے پر تواں دل ہے — شعارِ حق و عدالت کا پاسباں دل ہے
جہانِ خلق و مروت ہے بو تراب کا دل
بنا ہے نورِ حقیقی سے اس جناب کا دل

(۸۲)

چراغِ راہِ عدالت ہے نقشِ پائے علیؑ — ہے درسِ خلق و مواسات ماجرائے علیؑ
وفا کا آئینہ ہے قلبِ باصفائے علیؑ — رضائے حق بھی وہی ہے جو ہے رضائے علیؑ
جہانِ خلق میں قلبِ ابو تراب بنا
محیطِ نورِ حقیقی میں آفتاب بنا

(۸۳)

جہانِ عدل کا والی صفی خدا کا ولی — شعارِ خلق کا وارث رسولِ حق کا وصی
علیِ عالی اعلیٰ، سخی، کریم، جری — شجاعِ دہر رحیم اہلِ صدق کا حامی
مثالِ راستی اب تک علیؑ کی سیرت ہے
عمل جوان کا ہے حق کی وہی مشیت ہے

(۸۴)

انھیں کے ہاتھ میں تھیں دینِ حق کی تدبیریں — سوادِ ظلم میں چمکیں انھیں کی شمشیریں
انھیں نے توڑ دیں جور و جفا کی زنجیریں — عیاں ہیں سیرتِ بوذر میں ان کی تاثیریں
حجاز و شام میں لرزاں تھے اہلِ شر ان سے
منافقینِ عرب کے جھکے تھے سر ان سے

(۸۵)

اُصولِ عدل سے اہلِ نفاق یوں ہوئے دُور   بیاضِ دیں پہ چڑھا زنگ قیصر و فغفور
شیوخِ قوم ہوئے نشۂ غرور میں چور   رہا نہ ہوش مساوات کا نہ حق کا شعور
حقوقِ ناس سے وہ عسکری نظام بنا
ہر ایک فردِ بشر مال کا غلام بنا

(۸۶)

زرِ غنیمت و غارت سے پُر تھا بیت المال   بچھا ہی تھی ہوس چار سمت مال کا جال
فسادِ سیرتِ مسلم تھا مجمع کا وبال   زوال کو تھا کمال اور کمال کو تھا زوال
شعارِ سلم و اُخوت زمانہ کھونے لگا
جو مالِ خلق تھا فوجوں پہ صرف ہونے لگا

(۸۷)

جلا وطن ہوا کوئی کوئی ہوا مسموم   کوئی قتیلِ جفا تھا تو کوئی تھا مظلوم
مچی تھی شورِ تکبیر و بزن کی شام میں دھوم   حجاز میں بھی لٹیروں کا چار سو تھا ہجوم
نبیؐ کے بعد ہی کچھ ایسا انقلاب ہوا
زمانہ پھر سے خلافِ رہِ صواب ہوا

(۸۸)

قلوب پھر گئے یوں منقلب زمانہ ہوا   خدا کا دین چھپا دل کا ایک بہانہ ہوا
شعارِ عدل بھی بھولا ہوا فسانہ ہوا   کلامِ حق جو سُنا دل کو تازیانہ ہوا
گروہِ صدق کی پہلی وہ منزلت نہ رہی
نبیؐ کے عہد میں جو تھی وہ منزلت نہ رہی

(۸۹)

علیؑ اور ان کے رفیقوں کا اب سنو مذکور   ہر ایک ان میں تھا قانع جفاکش و صبور
سخی، شجاع، غنی، متقی، کریم، شکور   ذکی و عالم و عادل، رحیم اور غیور
ہر اک نے کی پئے کسبِ حلال مزدوری
انھیں سے ہو گئی بحدِ کمال مزدوری

(۹۰)

اساسِ جور ہلاتی تھیں ان کی تقریریں   سرِ غرور جھکاتی تھیں ان کی تقریریں
نویدِ عدل سناتی تھیں ان کی تقریریں   منافقوں کو نہ بھاتی تھیں ان کی تقریریں
فضا میں گونج رہی تھیں صدائیں شیروں کی
دلوں پہ دھاک تھی بیٹھی ہوئی دلیروں کی

۹۱

نہ کوئی پیرِ صادق تھا دین کا آزاد — ہر اک تھا اُن میں رہینِ جفا و استبداد
بلال و حجر و عدی و کمیل ابنِ زیاد — جنابِ بوذر و سلمان و میثم و مقداد
عقیل و مالک و عمار جاں نثارِ علیؑ
محمد ابنِ ابی بکر دوستدارِ علیؑ

۹۲

تھے قیدِ سخت میں سب ساکنانِ شہر و دیار — نہ اپنے شہر سے ہٹتا تھا کوئی بھی زنہار
بغیر اذنِ حکومت تھا ہر عمل دشوار — عیاں تھے جور و تشدد کے ہر طرف آثار
گھٹائیں ظلم و شقاوت کی چھائی جاتی تھیں
لہو کی ندیاں ہر سو بہائی جاتی تھیں

۹۳

کسی کو دار پہ کھینچا کوئی ہوا تبعید — ہوئی کسی کو اندھیرے قفس میں قیدِ شدید
میانِ جنگ ہوا کوئی راہِ حق میں شہید — کسی کو زہر سے مارا بطرزِ خدع جدید
کسی کی مجمعِ جہال میں اہانت کی
کسی کے حق میں خفا میں بڑی خیانت کی

۹۴

کلامِ حق سے عجب مسئلے بنائے گئے — جو تھے غرض کے مطابق خیال لائے گئے
کچھ آزمائے گئے اور پھر مٹائے گئے — حدیثِ دیں میں سخن زور کے ملائے گئے
بہت سے نسخے جلائے گئے تھے قرآں کے
عوض مرام و مقاصد ہوئے مسلماں کے

۹۵

تھا قول و فعل پہ مردانِ حق کے وہ قدغن — بنا تھا صورتِ زنداں ہر ایک کا مسکن
یہی تھی سعی بھلا دیں رسولِ حق کا چلن — دغا و مکر تھا پہونچا ہوا بہ منزلِ فن
حصولِ ملک کی خاطر روا فساد ہوا
ہوا و حرص و ہوس کے لیے جہاد ہوا

۹۶

اس امتحان میں تنہا تھے خاصگانِ خدا — ہر اک عمل سے نمایاں تھی جنکے شانِ خدا
امام اُن کا تھا دستِ خدا زبانِ خدا — ہوا نصیریوں کو آپ پر گمانِ خدا
سوادِ ظلم میں نورِ خدا علی تھے علیؑ
صراطِ عدل کے بس رہنما علی تھے علیؑ

(۹۷)

شعارِ عدل سکھاتی تھی ان کی مزدوری قصورِ جور کے ڈھاتی تھی ان کی مزدوری
سرِ شکوہ جھکاتی تھی ان کی مزدوری حریص زر کو نہ بھاتی تھی ان کی مزدوری
ادھر تلاش تھی ثروت کی اس طرف حق تھا
انھیں کی ضرب سے سینہ نفاق کا شق تھا

(۹۸)

انھیں کے ہاتھوں سے ہوتی تھیں کھیتیاں سرسبز ریاضِ عدل و مساوات انھیں سے تھے شاداب
نفاق و زور کے رہ رہ کے پھوٹتے تھے حباب شعارِ جور و تشدد تھا گویا نقش برآب
شیوخ قوم کی ثروت جو تھی حلال نہ تھی
مقابلے کی خود اُن کو کبھی مجال نہ تھی

(۹۹)

قصورِ جور سے ٹکرا رہا تھا بحرِ کرم نفاق و حرص کے گھر ڈھا رہا تھا بحرِ کرم
سحاب بن کے کہیں چھا رہا تھا بحرِ کرم حقوق خلق کے پہونچا رہا تھا بحرِ کرم
پھری جو موجِ عطا ساحلوں سے ٹکرا کر
پلٹ گئی وہاں منھ موتیوں کا برسا کر

(۱۰۰)

جہاں میں چار سو چھایا تھا یہ سحاب مطیر تھے بامراد اسی سے فقیر اور دلگیر
گداؤں میں نہ تھا کوئی اظلم بے پیر نہاں تھی ابر کے دامن میں برق کی شمشیر
منافقوں کے دلوں میں اسی سے کینے تھے
سقر کی نار سے گویا بھرے وہ سینے تھے

(۱۰۱)

چھپے ہوئے تھے پس سور اور حصار شقی تھے پاسبان ہر اک قصر کے ہزار شقی
کہیں نہ جاتے تھے بے پیادہ و سوار شقی خیالِ موت سے مرتے تھے بار بار شقی
ہوس میں زر کی سکونِ ضمیر کھوتا ہے
ہراس ہوتا ہے جب دل میں چور ہوتا ہے

(۱۰۲)

غلط ہو قصۂ اجماعِ زور سرتاپا نظر کے سامنے ہے واقعہ سقیفہ کا
نزاع باہمی سے ایک شور برپا تھا پھر اس کے بعد کوئی انتخاب بھی نہ ہوا
حصول بیعت باطل پہ جبر و قہر ہوئی
برائے ملتِ مرسل یہ بات زہر ہوئی

(۱۰۳)

بہ جبر ماننا ہے اور انتخاب ہے اور — ہے اور راہِ تشدّد رہِ صواب ہے اور
بلائے سیل جدا رحمتِ سحاب ہے اور — ہے اور شعلہ کی لَو نورِ آفتاب ہے اور
دلیلِ بغض نہ تھیں گر تو اور پھر کیا تھیں
شکستِ شرطِ عدالت شروطِ شوریٰ تھیں

(۱۰۴)

سریرِ ملک پہ کس نے بٹھا دیا ان کو — حجاز و شام کا مالک بنا دیا ان کو
طریقہ جور کا کس نے سکھا دیا ان کو — سمجھ کے ان کے مقاصد بڑھا دیا ان کو
زباں پہ عدل کا دعویٰ تھا تیغ ہاتھ میں تھی
جہاں جہاں گئے کثرت سے فوج ساتھ میں تھی

(۱۰۵)

صفات جب ہوں خلیفہ کے قہر اور غلبہ — نہ جائے مشورہ ہو اور نہ رائے کی ہو جگہ
جفا و جور کا اجماع سے ہے کیا رشتہ — ہے مستبد کی حکومت ستم سے وابستہ
کیے جو اس نے ستم سب اسے روا سمجھے
جو راست گو تھا اسے لائقِ سزا سمجھے

(۱۰۶)

وہ کون بوذرِ صادق صحابیٔ مرسل — اصولِ عدل کی حجت تھا جن ہی کا عمل
شکن جبیں کی بنی سیفِ انتقام کا پھل — منافقوں میں اسی سے بپا تھی اک ہلچل
تھے گو فقیر دلوں پہ انھیں کی شاہی تھی
لسانِ صدق میں سب قوتِ الٰہی تھی

(۱۰۷)

سنے جو عدل و مواسات و راستی کے سخن — بشر نے یاد کیا پھر رسولِ حق کا چلن
صدا کسی کی بنی دہر کی جبیں کی شکن — زمانہ چیخ اٹھا سحرِ سامری بشکن
کلامِ صدق سے پیدا وہ اضطراب ہوا
ڈری حکومتِ باطل کہ انقلاب ہوا

(۱۰۸)

ہراس کی ہے علامت شعارِ استبداد — مآلِ نشۂ زر ہے خمارِ استبداد
شکستِ ظلم ہے خود کاروبارِ استبداد — جلا تو خاک ہوا خود شرارِ استبداد
چراغِ عدل بجھایا تو کچھ بچا نہ سکے
لگی وہ آگ جسے پھر شقی بجھا نہ سکے

(۱۰۹)

کسے ہے شبہ ابوذر کے عزم و ہمت میں   مجالِ شک نہیں ضرغامِ دیں کی جرأت میں
بتا کے فرق چلی ظلم اور عدالت میں   اٹھا جہان سے وہ بیکسی و غربت میں
اسی سے شور تھا برپا ہر ایک محفل میں
سما گئی تھی جو آواز پردۂ دل میں

فصلِ سوم

(۱۱۰)

جب انتقام کی موجوں میں پیچ و تاب آیا   دبا نہ جور سے پھر جو وہ انقلاب آیا
جو نورِ عدل و کرم تھا وہ آفتاب آیا   سوادِ ظلم مٹا عہدِ بوتراب آیا
"ستارۂ بدرخشید و صدرِ مجلس شد
دلِ رمیدۂ ما را انیس و مونس شد"

(۱۱۱)

جہاں میں رحمتِ پروردگار آتی ہے   ریاضِ دیں میں نویدِ بہار آتی ہے
ہوائے دامنِ دُلدل سوار آتی ہے   شمیمِ روضۂ حق بار بار آتی ہے
حیاتِ تازہ محیطِ فضا میں پھیلی ہے
کسی نے پھر سے دو عالم کو زندگی دی ہے

(۱۱۲)

قدومِ شاہ کا مژدہ نسیم لے کے چلی   نمو کا زورِ جناں کی شمیم لے کے چلی
سحابِ جود کا فیضِ عمیم لے کے چلی   جہاں کو سوئے رہِ مستقیم لے کے چلی
بحارِ عدل کا دنیا میں فیضِ عام ہوا
نزولِ رحمتِ باری کا اہتمام ہوا

(۱۱۳)

متاعِ خاک و گل ابر ستارہ بار میں ہو   نمو کا زور چھیا رگِ بہار میں ہو
حیاتِ کون و مکاں کیفِ انتظار میں ہو   گھٹا اٹھی ہے زمانہ بڑے خمار میں ہو
جو وجہِ رونقِ آفاق ہے وہ شے برسے
شراب بحر سے اُٹھے فلک سے مے برسے

(۱۱۴)

جو طاہر اور مطہر صفات ہو وہ شراب　　جو روحِ انس و حیاتِ نبات ہو وہ شراب
وہ جسکی موجوں میں جوشِ حیات ہو وہ شراب　　جو وجہ زندگیِ کائنات ہو وہ شراب
شمیم اسی کی بسی ہے مشامِ فطرت میں
اسی کا جوش ہو سارا دلِ طبیعت میں

(۱۱۵)

جہاں میں لطف و کرم تیرا عام ہو ساقی　　کریم تو ہو عطا تیرا کام ہے ساقی
نزولِ رحمتِ حق صبح و شام ہو ساقی　　برائے خلق یہ سب اہتمام ہے ساقی
کوئی مقام یہاں وجہ عار و ننگ نہیں
یہ بزمِ مے ہے یہاں فرقِ دین و رنگ نہیں

(۱۱۶)

ہر ایک ہادیِ برحق رضائے حق سمجھا　　کسی نے خلق میں اصلاً کبھی نہ فرق کیا
بشر کو درس دیا عدل اور اخوت کا　　یہ دین سب ہوئے یکساں اصول پہ برپا
پیام ایک ہو گو مختلف زمانے ہیں
سب ایک نورِ حقیقی کے آستانے ہیں

(۱۱۷)

کسی نے پا کے غم و ابتلا میں راہِ رضا　　طلب میں منزلِ عرفاں کی تخت چھوڑ دیا
کسی کے دل میں ہدایت کا نور یوں چمکا　　ثبوتِ حق کے لیے مسکرا کے زہر پیا
کسی کا صدق زمانہ کو ناپسند ہوا
صلیب پر بصد آلام وہ بلند ہوا

(۱۱۸)

کسی نے ہم وطنوں کا شدید ظلم سہا　　جگر کے زخم سے رہ رہ کے خونِ قلب بہا
ستم ستم پہ سہے پھر بھی حرفِ راست کہا　　ہجومِ غم میں بھی راہِ رضائے حق پہ رہا
جہاں میں رایتِ اسلام یوں بلند کیا
فروغِ صدق سے نورِ ہدیٰ دوچند کیا

(۱۱۹)

قتیلِ ظلم ہوا کوئی حق سیر خوشخو　　وہ قولِ فزتُ و ربی وہ غرقِ خوں ابرو
شفق نہیں یہ ہے محراب پر اسی کا لہو　　ستارے بن کے چمکتے ہیں دہر کے آنسو
فضائے جاں میں صدائے وفا سمائی ہے
کسی کے سجدۂ آخر کی یاد آئی ہے

(۱۲۰)

رہِ وفا و مودّت کا رہنما ہے شہید　　صراطِ عدل و اخوت کا مقتدا ہے شہید
ستم رسیدہ خلائق کا آسرا ہے شہید　　ہر ایک دورِ رسالت کی انتہا ہے شہید
بشر کے قلب سے تفریق اسی نے زائل کی
محیطِ دہر میں پھیلی ہیں وسعتیں دل کی

(۱۲۱)

خود اپنے آپ پہ نوعِ بشر نے کی بیداد　　تعصبات سے ہوتا رہا جہاں برباد
غبارِ بغض مٹاتا ہے رسمِ عدل و داد　　قیودِ ملت و دیں میں نہیں دلِ آزاد
رکاؤ پا کے اسے اور جوش آتا ہے
حدودِ تنگ میں دریا کہیں سماتا ہے

(۱۲۲)

شفق کے رنگ میں لکھتی ہے خون کی تحریر　　پیام ہے شہدا کا جہاں میں عالم گیر
حدودِ ملت و مذہب میں حق نہیں ہے اسیر　　ضمیر و فکر میں ہے اس کے سوز کی تاثیر
اسی سے نورفگن مہر و ماہ و انجم ہیں
فضائے عشق میں عالم کی وسعتیں گم ہیں

(۱۲۳)

تعصبات سے ہے مسلکِ شہید بری　　بتائے اس نے جہاں کو نکاتِ دیدہ وری
وفا و صدق و مواساتِ عدل و چارہ گری　　محبتِ ہمہ خلق و اخوتِ بشری
ضمیر و دل سے غبارِ عناد پاک ہوا
حجابِ دیدۂ ادراک چاک چاک ہوا

(۱۲۴)

یہ تنگنائے مذاہب یہ تنگنائے ملل　　یہ بغض و حقد و عناد اور یہ مکر و زور و دغل
یہ تفرقے یہ تنازع یہ جنگ اور یہ جدل　　خیال و فکر کے الجھاؤ کا ہے اک جنگل
خود اپنے دل سے لڑو نفس سے جہاد کرو
پیام کیا تھا شہیدوں کا پھر سے یاد کرو

(۱۲۵)

متاعِ علم و ذکاوت بشر کی ہے قیمت　　خلوص و صدق و عدالت بشر کی ہے قیمت
سخا و رحم و مروت بشر کی ہے قیمت　　وفا و صبر و شجاعت بشر کی ہے قیمت
ہر ایک ہادیٔ برحق یہی بتا کے اٹھا
تعصبات اور اوہام کو مٹا کے اٹھا

۱۲۶

زمانہ ظلم و ستم سے ہوا ہے پھر لبریز　　غبارِ بغض سے ہے پھر ہوا فساد انگیز
بشر کے حلق پہ شمشیر کیسی ہوئی پھر تیز　　زمیں ہے شعلہ فشاں اور ہے فلک خوں ریز
اس ابتلا میں جو دل اشکِ خوں بہاتا ہے
کسی شہید کا پیغام یاد آتا ہے

۱۲۷

وہ جسکے حلم سے سوزِ عناد سرد ہوا　　وہ جس کے صبر سے خود رنگِ ظلم زرد ہوا
فساد و جور سے جب عازمِ نبرد ہوا　　وہ جسکے عزم سے گردونِ فتنہ گرد ہوا
وہ جس نے رسمِ جفا و ستم مٹا ڈالی
وہ جس کے خلق نے اخلاق کی بنا ڈالی

۱۲۸

تعصبات سے دل کو کیا رہا جس نے　　ہر ایک دین کے حق کو کیا ادا جس نے
بغیر فرقِ ملل سب پہ کی عطا جس نے　　جہاں پہ کھول دیا بابِ عدل کا جس نے
سخا و عدل و مروت تھی جسکی طینت میں
محیطِ دہر ہے گم جسکے دل کی وسعت میں

۱۲۹

گواہ جسکے کرم کا ہے ہل اتیٰ وہ علیؑ　　وہ جسکے عزم کی حجت ہے لا فتیٰ وہ علیؑ
ہے جس میں جلوۂ ادعاتِ کبریا وہ علیؑ　　بہک کے خلق نے جسکو خدا کہا وہ علیؑ
وہ جسکی شانِ شہادت ہے معرفت کی گواہ
وہ جسکی موت ہے خود اسکی منزلت کی گواہ

۱۳۰

وہ شاہ بے سر و سامان و بے زر و افسر　　نہ جسکے در پہ تھے دربان نہ حارس و لشکر
کھلے ہوئے تھے عطا و سخا و جود کے در　　وہ جسکے قدموں پہ خود سلطنت نے رکھا سر
وہ جسکے در پہ گدا بن کے آئی تھی دُنیا
ہے جسکے عدل کی محتاج آج بھی دُنیا

۱۳۱

وہ بیکسوں کا مددگار بے بسوں کا معیں　　امیرِ عدل شعار و حکیمِ حق آئیں
نہ دل میں خوفِ ملامت نہ طالبِ تحسیں　　فروغِ نورِ ہدایت امامِ دینِ مبیں
وہ جسکے صدق کی ضربت نفاق اُٹھا نہ سکا
زمانہ جسکی عدالت کی تاب لا نہ سکا

(۱۳۲)

ہزاروں فتنۂ صبر آزما باہم اُٹھے — منافقین اُٹھے بانیٔ ستم اُٹھے

سنبھالے نیزۂ و شمشیر تیز دم اُٹھے — سناں کی نوک پہ قرآں کیے علم اُٹھے

ریا بھی قول و عمل میں نفاق تھا دل میں

کتاب بن گئی بازیچہ دستِ جاہل میں

(۱۳۳)

جو انتقام کو اُٹھے تھے خود وہ تھے قاتل — شعارِ عدل تھا انکے لیے بہت مشکل

حسد کی آتشِ تاریک سے سیاہ تھے دل — تھی انکے ہاتھوں میں بازیچہ ملتِ جاہل

نہ امتیاز رہا ناقص اور کامل کا

سمجھ میں آیا نہ کچھ فرق حق و باطل کا

(۱۳۴)

نظر میں پھر گئی تصویرِ روزِ جنگِ جمل — سپاہ کا وہ سمندر سلاح کا جنگل

وہ غلغلہ وہ خروش اور وہ سواروں کے دل — گرج گرج کے اُمنڈ آئے حرب کے بادل

مقابلے میں صف آرا جو دونوں فوجیں تھیں

تھے بحرِ یا متلاطم بلند موجیں تھیں

(۱۳۵)

کسی جری کی نظر تھی صفِ عدو سے لڑی — کسی کی تیر نگہ تھی کسی کے دل میں گڑی

کسی دلیر کی چتون کسی سے بڑھ کے کڑی — وہ روز بھی تھا قیامت کا اور غضب کی گھڑی

سپر سپر سے تو برچھی سے برچھی لڑتی تھی

ہر اک نیام سے تلوار اُبلی پڑتی تھی

(۱۳۶)

تھا دونوں فوجوں میں آفت کا شور اور ہیجاں — کہیں نہ دشت میں باقی تھی جائے امن و اماں

کھڑا تھا ایک جری باسکون و اطمیناں — تھی جس کے رُخ سے عیاں صدق و علم و عزم کی شاں

بلائے نیزۂ و تیغ و خدنگ جھیلے ہوئے

حنین و خیبر و خندق کی جنگ جھیلے ہوئے

(۱۳۷)

یہی ہے محورِ عدل اور یہی ہے مرکزِ حق — یہی ہے عالم سِرّ حقیقتِ مطلق

اسی کے صدق سے سینہ ہوا نفاق کا شق — اسی کے خلق سے پائی جہان نے رونق

امینِ جوہرِ آدم کفیلِ جانِ بشر

دلیلِ راہِ خدا میرِ کاروانِ بشر

(۱۳۸)

ہے غرقِ بحرِ تفکر میں دیں کا راہ نما — جہاں کو یاد دلاتا ہے پھر سے حکمِ خدا
ہے درس آیۂ لَا تُفْسِدُوا میں رازِ بقا — بہے نہ پانی کی مانند خونِ انساں کا
وہی یہ جانے جو جاں دے گا راہِ خالق میں
ہے جانِ خلق کی وقعت نگاہِ خالق میں

(۱۳۹)

اسی کے سب ہیں جماد و نبات و حیوانات — ضمیر و عقل و دل و جان و نفس و احساسات
نمود و دورِ تناسل حیات اور ممات — زمان کون و مکان اور جہانِ ذات و صفات
خلافِ جور و جفا تیغ بے نیام ہوئی
بجز دفاع قتال و وغا حرام ہوئی

(۱۴۰)

تمام کرنے کو حجت شہِ انام بڑھے — لیے کتابِ خدا ہاتھ میں امام بڑھے
بغیر اسلحہ با عزّ و احتشام بڑھے — عیاں ہے شان سے مولائے خاص و عام بڑھے
فلاحِ خلق مرامِ شہِ ولایت ہے
ولا علی کی چراغِ رہِ ہدایت ہے

(۱۴۱)

سپاہِ شر سے شہِ دیں نے یوں خطاب کیا — خدا کا خوف کرو اے گروہِ اہلِ ریا
بہ ظلم توڑ کے پیمانِ عدل و صدق و صفا — کرو نہ خلقِ خدا میں فساد یوں برپا
جو انتقام کے طالب ہیں خود وہ قاتل ہیں
خدا گواہ ہے دعوے سب انکے باطل ہیں

(۱۴۲)

جوابِ دعوتِ حق میں اُدھر سے تیر چلے — سنبھالے برچھیاں ہاتھوں میں سب شریر چلے
لہو بہانے کو بے دین و بے ضمیر چلے — پئے فساد بڑھے بہر دار و گیر چلے
فضا خدنگ کی کثرت سے تیرہ و تار ہوئی
زمین تیروں کی بارش سے خار زار ہوئی

(۱۴۳)

علیؑ نے اپنے رفیقوں سے تب یہ فرمایا — کرینگے یوں سبقت ہم نہ جنگ میں اصلا
جب آ کے ٹوٹ پڑیں ہم پہ اہلِ جور و جفا — دفاعِ حق میں نہ اسوقت کچھ کمی کرنا
صفوں میں دشمن کے نشانِ ستم گرا دینا
غرورِ اہلِ جفا خاک میں ملا دینا

(۱۴۴)

کرے نہ وار کوئی زخمیوں نہ پیدلوں پر
بڑھے نہ ہاتھ کسی کا پئے غنیمت و زر
نہ بند کرنا گریزاں سپہ پہ راہِ مفر
خیال دل میں خدا کا رہے بوقتِ ظفر
رہے لحاظ سدا اخلاق اور مکارم کا
دقیق فرق ہو مظلوم اور ظالم کا

(۱۴۵)

بڑھے وغا کے لیے جانبین سے لشکر
بنا قتال کا میداں نمونۂ محشر
غریو و غلغلۂ طبل و دف سے گوش تھے کر
دھمک سے ٹاپوں کی جنباں تھا سارا دشت و در
وہ شور اور تصادم وہ دونوں فوجوں کا
میانِ بحر تلاطم ہو جیسے موجوں کا

(۱۴۶)

صفیں صفوں میں گھسیں اور دھنسے پروں میں پرے
سوار کٹ کے گرے اور پیادے پس کے مرے
غبارِ حرب سے چہرے تھے خاک و خوں میں بھرے
نہ بود داد رسے و نہ بود داد گرے
صدائے غالب و مغلوب سے وہ شور ہوا
ستم کا زور گھٹا اور حق کا زور ہوا

(۱۴۷)

امام آپ بھی شمشیر آزماتے تھے
کبھی جھپٹتے تھے اور گاہ مسکراتے تھے
صفیں صفوں پہ پروں پر پرے گراتے تھے
اتارتے تھے کبھی آستیں چڑھاتے تھے
در آئے قلب میں اعدا کے میمنہ توڑا
کبھی جناح کبھی بڑھ کے میسرہ توڑا

(۱۴۸)

زمانِ شیب میں بھی قوتِ جوانی تھی
وہی تھا ہاتھ وہی ضرب میں گرانی تھی
وہی صفائی وہی تیغ کی روانی تھی
وہ ذوالفقار تھی یا فتح کی نشانی تھی
اسی نے خیبر و احزاب کی مہم سر کی
یہی کلید تھی اسلام کے مقدر کی

(۱۴۹)

بپا تھا صبح سے میداں میں غضب کا خروش
دمِ غروب لگا گھٹنے سیلِ جنگ کا جوش
علی کے رعب سے ہونے لگے عدو روپوش
سکوتِ دشت میں چھایا ہوئی فضا خاموش
سلاح بکھرے ہوئے جا بجا تھے میداں میں
تنوں کے ڈھیر تھے سب جا رہِ بیاباں میں

۱۵۰

عجیب وقت وہ تھا اور تھا عجب منظر — سُنا رہا تھا محیطِ ہر دو نویدِ ظفر
امیدِ سِلم و اخوت لیے تھا قلبِ بشر — بکھر رہے تھے مساوات و عدل کے جوہر
خطِ کمال پہ تابندہ مہرِ رحمت تھا
کسی کا نورِ جبیں جلوۂ عدالت تھا

۱۵۱

عیاں تھے رُخِ مبارک پہ حزن کے آثار — سرورِ فتح پہ غالب تھی فکرتِ بیدار
وہ رحم اور سماحت وہ شانِ حق و وقار — وہ خلق جس پہ ہے انسانیت کا دار و مدار
وہ قلبِ پاک نہ جس میں کسی سے کینہ تھا
نجاتِ خلق تھی جس میں یہ وہ سفینہ تھا

۱۵۲

غبارِ خاطرِ صافی ہے قتل و خوں ریزی — عدو نے آپ ہی اس شاہ پر جسارت کی
رحیم و عادل و عالی تھا نفسِ پاک علی — دفاعِ حق کیلئے جنگ کی بہ مجبوری
ہوئی جو فتح تو مغلوب کو اماں بخشی
نہ تھے جو عفو کے لائق انھیں کی جاں بخشی

۱۵۳

جو اہلِ مکہ پہ کی تھی رسولِ حق نے عطا — علی نے آج اسی خُلقِ دیں کو دُہرایا
اماں میں تھے اسی صورت سے آج بھی اعدا — یہی ہے حقِ کرم اور یہی ہے شانِ وفا
وہی تھا عدل وہی رحم اور وہی سیرت
علی نے یاد دلا دی رسول کی سیرت

۱۵۴

فرو یہ فتنہ ہوا شر نے پھر اُٹھایا سر — بنی اُمیّہ چلے لے کے شام سے لشکر
ہر اک تھا ان میں پُر از کینہ اور غارت گر — تھا ان کے واسطے اسلام بھی بہانۂ زر
جو عدل ہادیٔ اسلام نے بتایا تھا
انھیں نے سب کے دلوں سے اُسے بھلایا تھا

۱۵۵

رہی وہ طبع جو تھی عہدِ جاہلیت کی — نہ پہونچی دل میں کبھی کچھ روشنی ہدایت کی
نہ تاب لا سکے انصاف اور عدالت کی — خلافِ حق و عدالت سدا بغاوت کی
بظاہر اور بباطن مخاصمت کی ہے
کبھی اُحد میں کبھی کربلا میں زک دی ہے

۱۵۶

پڑے جو راہ میں قریے انھیں کیا تاراج — کمائی خلق کی تھی نذر حاکم و افواج
وصول کرتا ہو سردار جو یوں ہی خراج — طمع کا دور تھا اور مکر و زور و ظلم کا راج
بنائے بغض و شقاق و شر و نفاق ہوئی
یوں ہی سپاہِ ستم داخلِ عراق ہوئی

۱۵۷

ستم زدوں کی وہ فریاد بیکسوں کی پکار — یتیم سہمے ہوئے عورتیں وہ سینہ فگار
وہ ظلم فوج کا اور خلق کی وہ حالت زار — سپاہِ شام نہتوں کا کر رہی تھی شکار
تباہ باغ مکاں خاک کھیتیاں برباد
زمیں سیاہ فلک خوں فشاں جہاں برباد

۱۵۸

نشانِ خلق بنی ابروئے وفا کی شکن — شکستِ ظلم کی خاطر بڑھے امامِ زمن
وہ خلق ذرّہ نواز اور وہ زور قلعہ شکن — نہاں تھی ابر کے دامن میں برقِ طور فگن
سپاہِ شام کا رخ سوئے شام موڑ دیا
ستم کے زور کو صفّین ہی میں توڑ دیا

۱۵۹

پڑاؤ ڈالے تھی وہ بے حسب سپاہِ شریر — بھلائے دل سے تھی خلقِ عرب سپاہِ شریر
پرے جمائے تھی یوں بے ادب سپاہِ شریر — رہِ فرات کو روکے تھی سب سپاہِ شریر
ہوا یہ شور کہ شاہِ انام آپہونچے
لیے وہ لشکرِ اسلام امام آپہونچے

۱۶۰

زہے جلال شہِ لافتیٰ کی آمد ہے — زہے نصیب اسدِ کبریا کی آمد ہے
زہے کرم شرفِ انّما کی آمد ہے — زہے عروج کہ نورِ ہدیٰ کی آمد ہے
کشش ہو تیغ کی تحریرِ خامۂ تقدیر
علی کا حکم ہو تعبیر نامۂ تقدیر

۱۶۱

یہی ہو خلق میں خالق کا امر و ناہی — اسی جری کے اشاروں پہ دہر ہو راہی
علی کا حکم نہ ہو کیوں بلند ماہ تا ماہی — دلِ وجود پہ کرتا ہے مردِ حُر شاہی
اسی کے عزم نے باطل کا زور توڑ دیا
جب اس نے چاہا زمانے کے رخ کو موڑ دیا

(١٦٢)

ہو آمد آمد فوجِ الٰہ میداں میں   کہیں ملے گی نہ جائے پناہ میداں میں
لرز رہی ہے عدو کی سپاہ میداں میں   شریر روکے ہیں دریا کی راہ میداں میں
اُڑا کے گھوڑوں کو دیکھو دلیر آپہونچے
شکارگاہ میں حیدر کے شیر آپہونچے

(١٦٣)

تپش سے دھوپ کی چہرے وہ تمتمائے ہوئے   عرق میں ڈوبے ہوئے پیاس کے ستائے ہوئے
جمل کی جنگ میں شمشیر آزمائے ہوئے   عدو کی فوج کے دل دہشت سے بھگائے ہوئے
وہ جوش و ولولۂ حرب وہ اُمنگ کا رنگ
وہ صورتیں کہ نظر آئے جن میں جنگ کا رنگ

(١٦٤)

وہ دونوں فوجوں کی میداں میں صف آرائی   اُدھر تھے شامیوں میں مال و زر کے سودائی
اِدھر تھے تیغوں کو تولے علیؑ کے شیدائی   شکار دیکھ کے لیتے تھے شیر انگڑائی
نظر جمائے تھا ہر اک دلیر اعدا پر
ہوس یہ تھی کہ ہو قبضہ کنارِ دریا پر

(١٦٥)

جمل کی جنگ میں تھے اور اب کچھ اور تھے طور   تھی بیوفائی وہاں اور یہاں تھا ظلم کا دور
وہاں تھے عہد شکن اور یہاں تھے باغیٔ جور   یہی تھا عدل کہ پائیں سزا یہ سب فی الفور
نہ مانی گو کہ عدو نے امام کی حجت
کمالِ حلم سے پھر بھی تمام کی حجت

(١٦٦)

کوئی سبیل بجز جنگ جب نہ آئی نظر   کھلا نشان کہ کھولے عقاب نے شہپر
سوئے فرات بڑھا ایک دستۂ لشکر   چلے حسینؑ کے ہمراہ مالکِ اشتر
سمجھ کے سوچ کے کچھ نورِ عین کو بھیجا
علیؑ نے نہر کی جانب حسینؑ کو بھیجا

(١٦٧)

زمانہ یاد کرے سرگزشت یوم الدّار   وہ گرد قصرِ خلافت مخالفوں کا حصار
بگڑ گئے تھے خلیفہ سے اہلِ شہر و دیار   کسی طرح کی اعانت تھی اس گھڑی دشوار
محاصرے سے جو اس گھر میں قحطِ آب ہوا
علیؑ سے اہلِ مروت کو اضطراب ہوا

۱۶۸

کریم باپ کا ایسا سمجھ گئے حسنینؑ — خود اپنے کاندھوں پہ مشکیزہ لے گئے سبطینؑ
پلایا پیاسوں کو پانی تو پایا دل نے چین — کیا عدو پہ کرم تھے نبیؐ کے نورالعین
نجابت نسبِ حیدر و بتول بھی تھی
علیؑ کی تربیت اور طینتِ رسولؐ بھی تھی

۱۶۹

رسولِ حق کا وہی نورِ عین آتا ہے — نمو خلق کا وہ زیبِ زین آتا ہے
حسینؑ سبطِ شہِ مشرقین آتا ہے — طلب میں آب کی اخِ حسینؑ آتا ہے
نہ تھا نہ ہوگا کبھی فیضِ جود کم اس کا
زمانہ بھول نہ جائے کہیں کرم اس کا

۱۷۰

غرض کہ طے ہوئے میدان کے نشیب و فراز — جھپٹ کے آئے جری سوئے نہر صورتِ باز
صفوں پہ فوجِ مخالف کی جا پڑے جانباز — تھی اسلحہ کی وہ جھنکار جنگ کا آغاز
وہ دونوں فوجیں تھیں یا آہنی وہ نہریں تھیں
تھے وار تیغوں کے یا بجلیوں کی نہریں تھیں

۱۷۱

ہر اک دلیر تھا ازبسکہ پیاس کا مارا — کنارِ نہر لگا بہنے خون کا دھارا
لہو سے لال ہوا سبزۂ زمیں سارا — شغال بھاگے رہا جنگ کا نہ جب یارا
کوئی فرار ہوا، کوئی نہر میں ڈوبا
کوئی قتال کے گردابِ قہر میں ڈوبا

۱۷۲

سخی کے ہاتھ میں آیا فرات کا ساحل — فرات کا تھا کہ آبِ حیات کا ساحل
ملا سفینۂ دل کو نجات کا ساحل — بنایا حق نے اسے کائنات کا ساحل
نسیمِ خُلق و شمیمِ گلِ ولا لائیں
وہیں سے دہر کی موجیں دُرِ وفا لائیں

۱۷۳

ہو کوئی اور جہاں میں علیؑ سا دریا دل — تھا ان کے قبضہ میں گو اب فرات کا ساحل
کھلی تھیں نہر کی راہیں نہ تھا کوئی حائل — تھا اذنِ عام کہ لے آب جو بھی ہو مائل
نہ روک ٹوک نہ پہرا تھا کوئی ساحل پر
تھا حسنِ عدل کا سکہ ہر ایک کے دل پر

(۱۷۴)

عدو کے غدر کا صابر نے کیا دیا ہے جواب
علیؑ کے فیض سے اعدا بھی ہوتے تھے سیراب
کھلے ہوئے تھے عطا و سخا و عفو کے باب
برس ادھر بھی تو اے رحمتِ خدا کے سحاب
ہیں آج اہلِ جہاں تشنۂ وِلا ساقی
مئے وِلا و اُخوت ہمیں پلا ساقی

(۱۷۵)

اُصولِ عصر ہیں آئینِ قتل و خوں ریزی
وہ ظلم و جور ہیں شرمائے جن سے چنگیزی
حسد سے بڑھ گئی نبضِ حیات کی تیزی
رہی نہ گلشنِ ہستی میں کچھ دلآویزی
فضائے دہر ہے مسموم * کینے سے
حیاتِ کون کا جی بھر گیا ہے جینے سے

* آج کینے سے

(۱۷۶)

جنونِ دہر کی رفتار تیز ہے ساقی
قدم قدم پہ جنوں فتنہ خیز ہے ساقی
غبارِ فتنہ غضب شعلہ ریز ہے ساقی
ہوائے شعلہ سموم ستیز ہے ساقی
ہو دورِ عدل تو یہ بزم پھر سنور جائے
یہ نشۂ نخوتِ زر کا ابھی اُتر جائے

(۱۷۷)

وہ مے پلا جو مسیحِ فلک مقام نے پی
غدیرِ خم میں جو شاہنشہِ انام نے پی
مہِ صیام میں سجدے میں جو امام نے پی
جو کربلا میں شہیدانِ تشنہ کام نے پی
وہ مے علوِّ شہادت جو مے بتاتی ہے
وہ مے کہ زندۂ جاوید جو بناتی ہے

(۱۷۸)

وہ مے جو رونقِ دار و مدارِ ہستی ہے
جو آب و رنگِ جہانِ بہارِ ہستی ہے
وہ مے جو راستی کا مدارِ ہستی ہے
وہ مے جو روحِ عدالت شعارِ ہستی ہے
وہ مے نمونہ تھا اُس روز جس کا آبِ فرات
اثر سے جس کے تھا سب جوش پیچ و تابِ فرات

(۱۷۹)

وہ مے جو وجہِ حیات و مدارِ ہستی ہے
وہ جس میں کیفیتِ عدل و حق پرستی ہے
شمیم جن کے ریاضِ وفا میں بستی ہے
جو بن کے رحمتِ حق خلق پر برستی ہے
وہ مے خدا نے جسے تھا رسولؐ کو سونپا
نبیؐ کے بعد علیؑ و بتولؑ کو سونپا

(۱۸۰)

وہ مے جو جوہرِ صدق و حق و عدالت ہے — جو نورِ خُلق ہے اور جلوۂ سخاوت ہے
جو روحِ صبر ہے اور عُنصرِ شجاعت ہے — وہ جس کا میکدہ عرفاں گہِ شہادت ہے
اثر ہے جس کا کمالِ حق آگہی وہ مے
سبوئے قلبِ محمدؐ میں جو رہی وہ مے

(۱۸۱)

وہ جس سے ظلمتِ ظلم و ستم چھٹی وہ مے — وہ جس سے صبحِ صداقت کی پو پھٹی وہ مے
وہ جس سے راہِ رضا و وفا کٹی وہ مے — وہ مے جو دستِ یداللہ سے بٹی وہ مے
جلائے قلب ہے تاثیر جسکی ہاں وہ شراب
صفائے نفس ہے تنویر جسکی ہاں وہ شراب

(۱۸۲)

بیاں رموز ہوں لفظِ علی کے کیا ساقی — نکات کہہ سکوں حبِ علی کے کیا ساقی
زباں سے وصف ادا ہوں علیؑ کے کیا ساقی — لکھوں صفات میں تیرے ولی کے کیا ساقی
علیؑ کا دل صدق گو ہر حقیقت ہے
عمل جو اس کا ہے تیری وہی مشیت ہے

(۱۸۳)

مصیبت آئی تو مشکل کشا حسینؑ بنے — عدو کے آج بھی حاجت روا حسینؑ بنے
سحاب جود کا اک سلسلہ حسینؑ بنے — علی کے فیض کا اک واسطہ حسینؑ بنے
خدا کا فیض ہے بے ریب و شک یہ سقائی
جہاں کو یاد رہے حشر تک یہ سقائی

(۱۸۴)

زمانہ یاد کرے کربلا کی مہمانی — یہی تھی خاک وہاں اور تھا یہی پانی
اسی زمیں پہ تھی سجدے میں شہ کی پیشانی — کہ ذبح ہو گیا پیاسا رسول کا جانی
رہِ وفا کی وہ منزل وہ کاروانِ حرم
"عزیب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم"

(۱۸۵)

ابھی ہے دور وہ منزل یہ راہ ہے جس کی — وہ انتہا ہے فسانہ کی ابتدا ہے ابھی
عزیب و نادر و جذابِ موج و موج کی — عجیب شان کی ہے داستانِ ابنِ علی
بلا کی راہ یہ ہے منزلِ بلا یہ نہیں
یہ سرزمینِ ہے صفین کربلا یہ نہیں

(۱۸۶)

ذرا بلندیِ کردار دیکھتے جاؤ — عطا و جود کے اطوار دیکھتے جاؤ
یہ شاہِ دیں کا ہے دربار دیکھتے جاؤ — علیؑ کا فیض گہربار دیکھتے جاؤ
نہ اختلاط گوارا تھا خیر و شر میں کبھی
مگر وفا میں نہ تفریق کی بشر میں کبھی

(۱۸۷)

عطائے رب کا جو تھا فیض یونہی جاری تھا — ہو خلق آب سے محروم کب روا یہ تھا [ہوا]
محیط سارے جہاں پر ہے فیض خالق کا — فلک پہ ابر رواں ہے زمین پہ دریا
بحار کو دُر و مرجاں سے بھر دیا اس نے
کرے کو نار کے گلزار کر دیا اس نے

(۱۸۸)

یہ سب تھی سحر طرازی جہاں میں پانی کی — کرشمہ سازی تھی تابِ تواں میں پانی کی
غضب کا زور ہے موجِ رواں میں پانی کی — حیات خود ہے تپاں داستاں میں پانی کی
غریب و سادہ و رنگیں ترانہ ہے اس کا
یہ اشکِ دہر ہے غمگیں فسانہ ہے اس کا

(۱۸۹)

سرورِ قلب ہے اور خنکیِ جگر ہے یہ — تریِ کام و دہن قوتِ بصر ہے یہ
دُرِ حیات ہے سرمایۂ بشر ہے یہ — قتال و حرب میں معیارِ خیر و شر ہے یہ
محک ہے خُلق کی میزانِ حق و باطل ہے
گواہِ عدل و کرم آبجو کا ساحل ہے

(۱۹۰)

علیؑ کا خُلق زمانہ میں آشکارا ہے — سراجِ عدل ہے چرخِ وفا کا تارا ہے
وہ بحرِ حق ہے نہ جس کا کوئی کنارا ہے — ہے دستِ پاک کہ جود و سخا کا دھارا ہے
زہے عطائے کریمے کہ بے طلب بخشد
بدشمنانِ خودش ہم ز فیضِ رب بخشد

(۱۹۱)

وفا شعار ادھر ہے زمانہ ساز اُدھر — امینِ دیں ہے ادھر اور حقہ باز اُدھر
اُصولِ صدق ادھر مکر کا جواز اُدھر — ادھر جو حق ہے تو باطل سے ساز باز اُدھر
ہزار حیف کہ احسان کی نہ قدر ہوئی
رواجِ مکر ہوا اور بنائے غدر ہوئی

۱۹۲

قلوبِ آتشِ کینہ سے شعلہ ریز ہوئے　　ہوا و حرص کے جذبات فتنہ خیز ہوئے

فساد و غدر کے جھونکے جو پھر سے تیز ہوئے　　کرم نما سے شقی در پئے ستیز ہوئے

مٹائی سلم و اُخوت بھلائے احساں بھی

تھے دیں فروش بھی اور نام کے مسلماں بھی

۱۹۳

ادھر سے تیر چلے سوئے لشکرِ جرّار　　ہُوا بلند تگ و دَو سے دشت کیں میں غبار

صدائے حرب سے لرزاں تھا گنبدِ دوّار　　ہَوا میں ٹاپوں کی چوٹوں سے اُڑ رہے تھے شرار

جھپٹ جھپٹ کے سپاہِ ستم پہ شیر آئے

سنانیں تول کے اشرار پہ دلیر آئے

۱۹۴

تھی حرب و ضرب بپا صبح و شام میداں میں　　چھلک رہے تھے کہیں خوں کے جام میداں میں

تھا دورِ مرگ کا خونیں نظام میداں میں　　اجل کے دَور سے تھا ازدحام میداں میں

اسی طرح سے کئی روز تک جو جنگ ہوئی

زمین خوں کے دھڑیڑوں سے لالہ رنگ ہوئی

۱۹۵

تھا صاحبِ کرم و عفو شیرِ ربّانی　　لہو کو دیکھ کے خوں اس کا ہو گیا پانی

غضب تھی چشمِ مروّت کی اشک افشانی　　ہوا عدو سے مخاطب وہ دین کا بانی

کلامِ شاہ تھا موجیں تھیں یا بلاغت کی

صفوں کے بیچ میں گونجی صدا عدالت کی

۱۹۶

خطاب یوں کیا والی سے شام کے یہ قرار　　یہ حرب و ضرب ہو بے سود لغو یہ بیکار

خدا کی راہ میں دیتے ہیں سر جو ہیں سردار　　اصولِ عدل پہ ہوتے ہیں جان و دل سے نثار

ہے کون بانیِ ظلم و ستم سمجھ لیں گے

یہ جنگ روک دے آپس میں ہم سمجھ لیں گے

۱۹۷

ذرا بتا کہ عوام آج کیوں گلے کٹوائیں　　یہ بے علاقہ ہیں کس واسطے لہو میں نہائیں

یہ کس غرض کے لیے اپنے خوں کی نہر بہائیں　　نہ ہو کہ لاشوں پہ رونے کو عورتیں آ جائیں

بکا میں بین عجب دلخراش ہوتے ہیں

فغاں سے ان کی جگر پاش پاش ہوتے ہیں

۱۹۸

میں بے نیاز، تجھے حرصِ ملک گیری ہے
مرا ہے علم، تری شاہی و امیری ہے
طلب جو زر کی ہے در اصل یہ فقیری ہے
~~جواں ہے تو ابھی گو اور میری پیری ہے~~ [فساد و شر کا سبب تیری بے ضمیری ہے]
نہ ساتھ فوج نہ ہمراہ اپنے لشکر لیں
یہی ہے عدل ہم آپس میں فیصلہ کر لیں

۱۹۹

زمانِ شیب میں بھی قوتِ جوانی دیکھ
سپر سنبھال، ذرا ضرب کی گرانی دیکھ
ملا نظر سے نظر، تیغ کی روانی دیکھ
یہ ذوالفقار ہے یا فتح کی نشانی دیکھ
اسی کی برق اُحد اور حُنین میں چمکی
اسی نے دینِ نبی کی اساس محکم کی

۲۰۰

فضا میں چھائی ہوئی تھی غضب کی خاموشی
گرہ فگن تھی ہوا میں صدا عدالت کی
رُکا ہوا تھا زمانہ زمیں بھی ساکن تھی
ندائے دل تھی تو ہر دل میں ڈوب کر اُبھری
پھری ہوئی تھیں نگاہیں ابھی علی کی طرف
خطاب ختم ہوا پھر گئیں شقی کی طرف

۲۰۱

کسی نظر سے بھی ظالم نظر ملا نہ سکا
وہ بے حیا تھا کوئی شرم اُسے دلا نہ سکا
نگاہِ شیرِ الٰہی کی تاب لا نہ سکا
ہراسِ مرگ سے میدان تک وہ آ نہ سکا
نہ تھا دلیر جو خود، دوسرے جوان بھیجے
علی سے جنگ کو لشکر کے پہلوان بھیجے

۲۰۲

بڑھا جو صف سے کوئی پیل تن تو کٹ کے گرا
سر اُس کا کٹ کے اُڑا اور جسم ہٹ کے گرا
نہ تابِ وار کی جو لا سکا سمٹ کے گرا
سنبھل سکا نہ فرس پر وہیں اُلٹ کے گرا
جو جم کے لڑ نہ سکا مائلِ فرار ہوا
فرار اگر نہ کیا موت کا شکار ہوا

۲۰۳

جھپٹ کے پہونچا جو یزداں کا شیر چار طرف
صفیں اُلٹ گیا دم میں دلیر چار طرف
پڑے ہوئے تھے زبردست زیر چار طرف
زمیں پہ لگ گئے کُشتوں کے ڈھیر چار طرف
علی کی تیغ پروں کو بچھا گئی ہر سو
عدو کی فوج پہ ہیبت سی چھا گئی ہر سو

۲۰۴

اُحد کی جنگ کا نقشہ کھنچا ہوا یہ اثر — بڑھا نہ جنگ کو پھر کوئی پہلواں خودسر
پھرے قتال کے میداں سے حیدرِ صفدر — وہ ہیبتِ علوی وہ نہیب وہ تیور
جلالِ حق کا جو سایہ تھا دونوں فوجوں پر
عجب سکوت سا چھایا تھا دونوں فوجوں پر

۲۰۵

دغا سے شیرِ خدا ہو کے فتحیاب پھرا — عجب جلال سے مرکز کو آفتاب پھرا
نہاں جو نور ہوا ظلم کا سحاب پھرا — غبارِ حرب اٹھا کھل کے پیچ و تاب پھرا
صفوں سے تیروں کی بارش ہوئی سوار بڑھے
کسی طرف سے بڑھے سَو، کہیں ہزار بڑھے

۲۰۶

وہ غلغلہ وہ تصادم وہ شور وہ یلغار — وہ ازدحام وہ شورش وہ تیرگی و غبار
وہ سنگ و تیر کی بارش وہ تیغ کی جھنکار — زمیں بھی خون سے رنگیں، ہوا بھی صاعقہ بار
عجیب حشر بپا تھا حواس مختل تھے
مثالِ مور و ملخ دَل پہ حملہ ور دَل تھے

۲۰۷

وہ صف میں چلّوں کا کھنچنا وہ سنسناتے تیر — کڑک رہی تھیں کمانیں میانِ جیشِ غفیر
فغان و نعرۂ رزم آوراں تھا عالمگیر — لکھی لہو سے سنانوں نے موت کی تحریر
سُموں سے روندتے پھرتے تھے دشتِ کیں سوار
تڑپ رہے تھے کہیں راکب اور کہیں رہوار

۲۰۸

صفوں میں چار طرف پھیلی یک بیک یہ خبر — کہ قتل ہو گئے عمّارِ صادق و صفدر
وہ رادِ مردِ عدالت شعار و خیر سیَر — وہ جنگ آور وہ پیری، وہ شان، وہ تیور
سفید موئے مبارک تھے قد بھی بالا تھا
وہ تھا جو نورِ حقیقی، یہ طورِ سینا تھا

۲۰۹

سُنی جو حیدرِ صفدر نے پُر الم تقریر — سوا تھی قلب پہ نشتر سے درد کی تاثیر
بھر آئے آنکھوں میں آنسو کہ حزن تھا دلگیر — شکن جبیں کی نہ تھی، تھی قضا کی وہ شمشیر
جلال آئے جو صابر کو پھر غضب سمجھو
ستم شعاروں پہ آیا عتابِ رب سمجھو

۲۱۰

پیامِ مرگ لیے لیلۃُ الھریر آئی — سروں پہ کوند کے شمشیرِ قلعہ گیر آئی
شفق میں ڈوب کے مثلِ مہِ مُنیر آئی — سمٹ کے ضرب میں سب قوتِ امیر آئی
کٹی جو رات تو سب نظم زیر و بالا تھا
سپاہِ شام میں اک انتشار پیدا تھا

۲۱۱

سوادِ شب میں درخشاں تھیں حق کی تنویریں — گرہ فگن تھیں ہوا میں علیؑ کی تقریریں
فضا میں گونج رہی تھیں جری کی تکبیریں — پلٹ رہی تھی کہیں تیغِ تیز تقدیریں
سحر ابھی نہ ہوئی تھی کہ دل بھی چھوٹ گئے
سپاہِ شام کے سب زور و شور ٹوٹ گئے

۲۱۲

لہو سے لال چمکتی ہوئی وہ شمشیریں — زمیں پہ بکھری ہوئی وہ زرہ کی زنجیریں
وہ دل وہ شورِ بگیر و بزن وہ تکبیریں — بگڑ رہی تھیں سپاہِ ستم کی تدبیریں
صفوفِ شر میں عیاں اور اضطراب ہوا
طلوع خون کے دریا سے آفتاب ہوا

۲۱۳

جھکے ہوئے وہ نشاں اور کٹے ہوئے پرچم — صفیں سپاہِ ستم کی وہ درہم و برہم
گروہِ شام میں وہ انتشار کا عالم — سرِ غرور عجب عجز سے تھا خاک پہ خم
ہراسِ مرگ سے سینوں میں دم اُکھڑنے لگے
رہی نہ جنگ کی طاقت قدم اُکھڑنے لگے

۲۱۴

سوائے مکر رہا جب کوئی نہ چارۂ غم — بچھائے چار طرف دامِ حرصِ دام و درم
ہوئے شیوخ کے دل اور ضمیر نذرِ صنم — سناں کی نوک پہ قرآں کیے عدو نے علَم
وفا کا عہد ضلالت کی زد سے ٹوٹ گیا
شکار موت کے پنجے میں آ کے چھوٹ گیا

۲۱۵

زمانہ دین کے آئین آزما نہ سکا — رہِ وفا کی جو تھیں سختیاں اُٹھا نہ سکا
جو طرزِ سیرتِ اسلام تھا وہ آ نہ سکا — جہاں علیؑ کی عدالت کی تاب لا نہ سکا
شیوخِ قوم نے جو حق سے بے وفائی کی
طمع میں زر کی خود اپنے لیے برائی کی

(۲۱۶)

نفاق و مکر نے پیدا عجب فساد کیا — جدائی خیر سے کی شر سے اتحاد کیا
خلافِ ظلم نہ صفّین میں جہاد کیا — علیؑ کے بعد جہاں نے علیؑ کو یاد کیا

رہِ نجات بہت ڈھونڈھتا رہا عالم
رہا نہ پنجۂ خونخوار سے رہا عالم

(۲۱۷)

منافقوں نے نئے رنگ دین کے بدلے — ریا و زور نے سب ڈھنگ دین کے بدلے
کہیں تھا تفرقہ و جنگ دین کے بدلے — کہیں نفاق کا آہنگ دین کے بدلے

بشر پہ حزبِ خوارج کی چیرہ دستی تھی
نہاں خدا کی پرستش میں خود پرستی تھی

(۲۱۸)

وہ عُجب اور تکبر عبادتِ رب میں — سما گئے تھے خودی کے صنم کدے سب میں
روا تھا ظلم و ستم ان کے دین و مذہب میں — نماز دن میں پڑھی اور جفائیں کیں شب میں

ریا کے داغ کو سجدے کا کیوں نشاں سمجھو
یہی نفاقِ مجسم کی ہے زباں سمجھو

(۲۱۹)

وہ زہدِ خشک کہ جس کا تھا خود پرست مزاج — وہ اتّقا کہ ریا کو دیا تھا جس نے رواج
وہ انتہائے تکبّر کہ جس کا تھا نہ علاج — وہ عُجب جس نے کیا خُلق کا چمن تاراج

کچھ اس طرح سے عبادت پر اپنی ناز کیا
کہ کچھ خدا و خودی میں نہ امتیاز کیا

(۲۲۰)

جفا و جور نتیجہ ہے خود پرستی کا — جلا کے خاک کیا اس نے باغ ہستی کا
یہی سبب ہے تکبّر کی حدِّ پستی کا — حساب ہی نہیں کچھ نخوتوں کی مستی کا

تعصب اور تشدد ادائیں اس کی ہیں
فریب و ظلم و ستم انتہائیں اس کی ہیں

(۲۲۱)

وہ فتنہ خیز فریبِ قضیۂ تحکیم — وہ التباسِ حق و باطل اور بغضِ قدیم
جھکے تھے سجدے میں یا خم تھے سر پئے زر و سیم — نہ احترام تھا حق کا نہ خلق کی تعظیم

دنی و عاصی و غدار و شوم و ظالم تھے
ستم شعار کب اپنی خطا پہ نادم تھے

(۲۲۲)

وہ خود پسند ادائیں وہ شانِ استکبار — وہ طرزِ سیرتِ ابلیس و رسمِ فتنہ شعار
وہ مکر و زور و ریا و نفاق کے اطوار — جہاں تھا ظلمِ خوارج سے بسکہ تیرہ و تار
سوادِ ظلم میں چمکی جو ذوالفقار کی برق
تڑپ کے شر پہ گری قہرِ کردگار کی برق

(۲۲۳)

جمودِ فکر و نظر ان کے زہد کا تھا اثر — سوادِ جہل میں غائب تھا نورِ علم و ہنر
عمل وہ جس میں نہ تھا خُلق اور نہ خیرِ بشر — ہر ایک ان میں خودی کا صنم تھا سرتاسر
خدا کے دستِ قوی نے انھیں جھنجھوڑ دیا
ریا و زہد کے زندہ بتوں کو توڑ دیا

(۲۲۴)

یہ چاہتے تھے کہ ہو جائے خشک ذہنِ بشر — نہ ان کی فکر میں تھے گل نہ برگ اور نہ ثمر
زمینِ شور تھے ان کے مزاج دل پتھر — حسد کی آگ تھی سینوں میں بغض کے تھے شرر
بھڑک رہی تھی دلوں میں جو یہ عناد کی آگ
لہو کی چھینٹوں سے خود بجھ گئی فساد کی آگ

(۲۲۵)

علوم سے نہ کوئی واسطہ نہ عقل سے راہ — نہ بحث و فحص سے واقف نہ فکر سے آگاہ
عقیدہ ان کا یہی تھا حَسبُنا کتاب اللہ — یہ ان کی تنگ نگاہی تھی جہل کی گواہ
عمل جو ہو متناقض تو کیسے راہ ملے
پھنسے بھنور میں جو کشتی تو کیا پناہ ملے

(۲۲۶)

فساد و فسق کے نشہ میں ایسے مست یہ تھے — امامِ عادل و عالی سے نہرواں میں لڑے
علی کی تیغ سے بیجاں ہوئے ستم والے — خود اپنے ظلم کے سیلاب ہی میں ڈوب گئے
یہی مآل ہوا و ہوس ہے دنیا میں
فروغِ شعلہ خس یک نفس ہے دنیا میں

(۲۲۷)

فساد و فتنہ و آزار کا غبار اُٹھا — فضا کو کر کے مکدّر ہزار بار اُٹھا
کیے جہاں کو ضلالت سے تیرہ و تار اُٹھا — وہیں پہ بیٹھ گیا اُٹھ کے گو ہزار اُٹھا
رسائی اوجِ امامت تک اس کے بس میں نہیں
فرازِ عرش کدورت کے دسترس میں نہیں

فصل چہارم

(۲۲۸)

خرد شعاعِ بصیرت سے جلوہ بار ہے پھر — صریرِ خامہ نوائے لبِ بہار ہے پھر
جراحتوں سے جگر رشکِ لالہ زار ہے پھر — چراغِ بزمِ عدالت پہ دل نثار ہے پھر
فضائے جاں سے نوائے سروش آتی ہے
صدا کسی کی نویدِ بقا سناتی ہے

(۲۲۹)

وہ شانِ امرِ سلونی کہ ہو جو شانِ بقا — وہ قولِ فزت و ربی جو ہے جہانِ بقا
وہ امتحان کی منزل جو ہے نشانِ بقا — وہ موت جو ہو حقیقت میں روح و جانِ بقا
سما گئی ہو جو کونین میں ندائے شہید
نگاہِ دہر میں پھرتا ہے ماجرائے شہید

(۲۳۰)

وہ جس کا قول ہو حکمت وہ جس کا فعل وفا — عمل ہو جس کا عدالت کلام جس کا ہدیٰ
نگاہ جسکی بصیرت کا بے کراں دریا — حیات رحمتِ حق اور موت حق کی بقا
شعارِ عدل کا میزان دستِ داور ہو
چراغِ راہِ وفا نقشِ پائے حیدر ہو

(۲۳۱)

علوم ثروت و عقل افتخارِ دلِ قرآں — شعور زینت و ذہن ارتقائے فکرِ ایقاں
نظر کرامت و نفس انجلا و جانِ بیاں — کلام منبعِ بحرِ بلاغت و عرفاں
علوم و ~~[illegible]~~ * و آداب کی بنا سمجھو — * حکمت
اس ابتدا ہی میں مضمر تھی انتہا سمجھو

(۲۳۲)

شہ فقیر متانت فقیر شہ صولت — سریرِ خلق کی زینت جہان کی عزت
اصولِ حق و مواساتِ صدق کی حرمت — سحابِ جود، سمو کرم، سخا طینت
وقارِ منبرِ مرسل جلالتِ اسلام
صفات جسکے ہیں زیبِ خلافتِ اسلام

(۲۳۳)

وہ جسکے دل نے سہے بیشمار رنج و الم — وہ جسکے دل کو رہا قلبِ غم رسیدہ کا غم
وہ جسکے دل میں سمایا ہوا تھا بحرِ کرم — وہ جسکے دل کی طرف جھک گیا دلِ عالم
یہ تھی لطافتِ احساس جس قوی دل کی
نہ کی گوارا اذیت بھی اپنے قاتل کی

۲۳۴

وہ صاحبِ کرم و عفو، شاہِ عقدہ کشا ۔۔۔ کہ اپنے قاتلِ بدخو پہ جس کو رحم آیا
شقی کو بندِ رسن سے کیا بہ لطف رہا ۔۔۔ پیالہ آپ دیا جام اس کو شربت کا
زمانہ بھول نہ جائے کہیں یہ شانِ کرم
وہی لہو بھرے ابرو بنے نشانِ کرم

۲۳۵

وہ حالِ زار پہ بیچارگاں کے زاریٔ دل ۔۔۔ وہ بیکسوں کے مصائب پہ بیقراریٔ دل
وہ حلم و جود و مواسات و غمگساریٔ دل ۔۔۔ وہ شانِ صدق و عدالت وہ حق گزاریٔ دل
تنوں پہ سہل ہو شاہی دلوں پہ مشکل ہے
کرے دلوں کو مسخّر جو دل یہ وہ دل ہے

۲۳۶

وہ جسکے عزم سے لرزاں تھی روحِ استبداد ۔۔۔ وہ جسکی ضرب سے جنباں تھی ظلم کی بنیاد
تپاں تھی خونِ شجاعت سے جسکے نبضِ جہاد ۔۔۔ خلافِ ثروتِ قارون و شوکتِ شدّاد
وہ جس کا نورِ عدالت کا آفتاب بنا
وہ جس کا جوشِ عطا جود کا سحاب بنا

۲۳۷

جو تھا حقیقتِ ہستی کا رازداں وہ دل ۔۔۔ جو تھا توانِ فقیرانِ ناتواں وہ دل
جو تھا اخوت و اخلاص کا جہاں وہ دل ۔۔۔ زبانِ صدق تھی جس دل کی ہمزباں وہ دل
شعارِ عدل و مواسات کا جو رہبر تھا
وہ جسکے خُلق کا پرتو دلِ ابوذر تھا

۲۳۸

وہ رنجِ فقر میں شرکت وہ غم میں ہمراہی ۔۔۔ جو ہو علامتِ حق سنجی و حق آگاہی
وہ رعبِ حیدری و ہیبتِ یداللّٰہی ۔۔۔ کہ جس سے کانپ اُٹھی شوکتِ شہنشاہی
دغا کے سامنے کیا تابِ استقامت تھی
جفا شکن شکنِ ابروئے عدالت تھی

۲۳۹

امیرِ خُلق شعار و حکیمِ حق آگاہ ۔۔۔ کلیمِ صدق مقال و امامِ عدل پناہ
خطیبِ منبرِ اسلام، شاہِ عالی جاہ ۔۔۔ زبان و جان و دلِ لا الٰہ الّا اللہ
شہیدِ مصحفِ ناطق، ضیائے بسم اللہ
مرادِ بلّغ و مفہوم بائے بسم اللہ

(۲۴۰)

مدارِ علم و ادب ہے مقام اس دل کا — یہی ہے محورِ عقل حقیقی و اعلیٰ
اس ایک نقطے میں یوں علم کل سمٹ آیا — سمائے پتلی میں جس طرح عکسِ ارض و سما
جہاں نما کہیں جسکو یہ ہے وہ ساغرِ دل
درِ مدینۂ عرفان و علم ہے درِ دل

(۲۴۱)

نکاتِ نطق و معانی سے پُر ہے دفترِ دل — حقیقتوں کا ہے آئینہ دار محضرِ دل
ہے دل کتابِ خدا عقلِ کل ہے جوہرِ دل — محیطِ سرمدِ حق کا ہے نور اخترِ دل
اسی نے ختم کیا دورِ جاہلیت کا
شعاعِ فکر نے توڑا حصارِ ظلمت کا

(۲۴۲)

جو تھی حقائقِ کونین کی زباں وہ فکر — جو تھی مشیتِ خالق کی رازداں وہ فکر
نبی کا قلب تھا سرچشمہ جس کا ہاں وہ فکر — وہ جسکی موج تھی دریائے بیکراں وہ فکر
حریمِ حق میں ہوا جلوہ اسکی طلعت کا
بڑھا محیطِ نبوت میں نورِ امامت کا

(۲۴۳)

وہ نور جسکی شعاعیں تھیں فکرِ عرفانی — وہ جسمیں علم حقائق کی تھی درخشانی
فروغ پاتا ہے جس سے کمالِ انسانی — وہ نور تھا جو حقیقت میں نورِ یزدانی
وہ نور ظلمتِ اوہام جو مٹا کے بڑھا
جہاں کو جلوۂ توحید سے جگا کے بڑھا

(۲۴۴)

وہ تابشیں وہ ضیائیں وہ برق وہ جلوے — وہ نور ارض و سما جس سے جگمگا اُٹھے
شیوخ قوم جنھیں جھک کے سجدے کرتے تھے — وہ اسکے سامنے خود گر کے سربسجدہ ہوئے
بتوں کو توڑ کے انساں کو باشعور کیا
دل و جبیں سے جہالت کا داغ دور کیا

(۲۴۵)

نبی کے سایۂ رحمت میں تھی ضیا کی صفت — بڑھی رسولؐ کے پہلو میں نور کی طلعت
فروغِ صدق سے چمکی حجاز کی قسمت — اسی سے خیرہ ہوئی چشم بد شبِ ہجرت
نبی کے فرش پہ برقِ وفا چمکتی رہی
چمک سے چشمِ ضلالت نگر جھپکتی رہی

(۲۴۶)

اسی کی تاب کی تھی سیفِ لافتیٰ میں چمک — زمین بن گئی جسکی ضیا سے رشکِ فلک
تھی ذوالفقار کی تابش کہ برق کی چشمک — ہوا زمیں پہ زمانے کو آسمان کا شک
چمک سے چھایا اندھیرا جو چشمِ باطل میں
نگاہ جل گئی اس برق کے مقابل میں

(۲۴۷)

اُحد میں نورِ وفا برق آزما کے بڑھا — سوادِ ظلم کو احزاب میں مٹا کے بڑھا
غرورِ اہلِ ستم خاک میں ملا کے بڑھا — تجلیاتِ الٰہی سے فیض پا کے بڑھا
فرازِ دوشِ نبوت پہ یوں بلند ہوا
شعارِ شرک خود اس نور کا سپند ہوا

(۲۴۸)

علوم و عقل اسی نور کے ہیں پروانے — چھلک رہے ہیں اسی سے کتب کے پیمانے
اسی کے سبحۂ افکار میں ہیں دردانے — یہی وہ نور ہے پایا جو طورِ سینا نے
یہی ہے رفعتِ عرفان و منزلِ عرفاں
یہی وہ جلوہ ہے کہیے جسے دلِ عرفاں

(۲۴۹)

محلِ صبر و شہادت ہے منزلِ عرفاں — علوِ عزم و شجاعت ہے منزلِ عرفاں
سموِ جود و عدالت ہے منزلِ عرفاں — شعارِ صدق کی رفعت ہے منزلِ عرفاں
علی سے پوچھیے کیا رتبہ اس مقام کا ہے
یہ ہے وہ مرتبہ جو مرتبہ امام کا ہے

(250)

نہالِ گلشنِ تسلیم و ارتضا ہے شہید — مثالِ ارفع و اعلیٰ ارتقا ہے شہید
کمالِ صبر، جمالِ رخِ وفا ہے شہید — جلالتِ صفت و شانِ کبریا ہے شہید
جہاں میں شانِ شہادت ہے معرفت کی گواہ
ضیائے معرفتِ حق ہے منزلت کی گواہ

(251)

امامِ نیرِ عرفاں، شہیدِ راہِ وفا — شہیدِ رسمِ مواسات و لطفِ جود و سخا
شہیدِ مسلکِ عدل و شہیدِ صدق و صفا — شہیدِ دینِ خدا و نبیؐ، ابوالشہداء
عجیب شان ہے آج اور کیا جلالت ہے
علی کا رُخ سوئے عرفاں کہ شہادت ہے

(۲۵۲)

وہ انکسار کہ جس پر نثار شوکتِ کَے　　وہ شان جس پہ فدا کائنات کی ہر شے
ابوترابؑ بہ حق جو کر رہے ہیں طے　　زمین پائے مبارک سے لپٹی جاتی ہے
یہ عزم اور شہادت کی راہ کیا کہنا
شہیدِ حق شہِ گیتی پناہ کیا کہنا

(۲۵۳)

ہوئے جو داخلِ مسجد امامِ عرش مقام　　کیا ادب سے شہادت نے مرتضیٰ کو سلام
بقا خود آئی لیے ہاتھ میں حیات کا جام　　علیؑ کی جان بنی رُوحِ پیکرِ اسلام
قدم کی خاک رُخِ زندگی کا غازہ بنی
بقا فنا میں تڑپ کر حیاتِ تازہ بنی

(۲۵۴)

غروب ہونے کو ہے آفتابِ عدل و کرم　　نبیؐ کی قبر لرزتی ہے کانپتا ہے حرم
فرازِ عرش پہ گریاں ہیں سرورِ عالم　　سیاہ پوش ہے دنیا سپہر غم سے ہے خم
یہ ہے قریب کہ مسموم ہو حیاتِ بشر
ہو غرق موجۂ خوں کشتیِ نجاتِ بشر

(۲۵۵)

جھکی جو سجدۂ حق میں جبینِ شاہِ اُمم　　جبیں کے ساتھ ہوا بڑھ کے خم سرِ عالم
دلِ وجود پہ طاری ہوا وہ عالمِ غم　　محیطِ جاں سے اُٹھا شورِ نوحہ و ماتم
شہید سجدے میں ایذائے ضربِ سر کے جھکا
امام فُزتُ وَرَبّی زباں سے کہہ کے جھکا

(۲۵۶)

ہماری جانیں فدا تجھ پہ اے شہِ خوشخو　　یہ غرقِ خوں رخ و گیسو لہو بھرے ابرو
ہو جائے سجدہ و محراب پر یہ تیرا لہو　　نثار تو بأبی انت اے امامِ نکو
رہے گی دل میں یہ حسرت شرف یہ پا لیتا
ترے پسینے پہ اپنا لہو بہا دیتا

(۲۵۷)

رہینِ محنت و آلام السّلام علیک　　طبیبِ جاں، لبِ الہام السّلام علیک
حکیم ماحیِ اصنام السّلام علیک　　امام برحقِ اسلام، السّلام علیک
"خدا چہ صورت ابروئے دلکشائے تو بست"
"کشادِ کارِ جہاں در اشارہ ہائے تو بست"

حواشی متعلق مسدس مدّ و جزرِ اسلام

صفحہ	بند	مصرع	کیفیت
۱۵	۵	۶	مصرع حافظ
۱۶	۸	۵ - ۶	شعر جلال الدین بلخی رومی
۲۶	۳۸	۵ - ۶	قال عمر بن الخطاب : كانت بيعة ابی بکر فلتة وقی الله المسلمین شرّها (ملاحظہ ہو " علی وبنوه"، صفحہ ۶ . تصنیف طہٰ حسین - طبع ونشر دار المعارف مصر)
۳۷	۷۰	۵ - ۶	شعر نظیری
۳۹	۷۸	۶	حالت نماز میں جب علی بن ابی طالبؑ ضرب شمشیر سے زخمی ہوئے تو زبان پر یہی کلمات جاری کیے . " فزت وربّی " یعنی بخدا میں کامیاب ہوا .
۴۷	۱۰۲	۱	قال عمر بن الخطاب :- كانت بيعة ابی بکر فلتة وقی الله المسلمین شرّها (حوالہ درج کیا جا چکا ہے)
۵۰	۱۱۰	۵ - ۶	شعر حافظ
۵۳	۱۱۷	۱ - ۲	سدھارتا گوتما بودھا

صفحہ	بند	مصرع	کیفیت
۵۳	۱۱۷	۳ - ۴	سقراط
۵۳	۱۱۷	۵ - ۶	عیسیٰ بن مریم المسیح
۵۳	۱۱۸		رحمة للعٰلمین محمد بن عبد اللہ
۵۳	۱۱۹		الامام علی بن ابی طالب
۵۶	۱۲۸	۲	قال علی بن ابی طالب : ولو ثنیت لی وسادة فجلست علیها لحكمت فی اهل التوراة بتوراتهم وفی اهل الانجیل بانجیلهم وفی اهل القرآن بقرآنهم حتیٰ تزکت کل کتاب ینطق من نفسه: لقد صدق علیٌّ .
۵۸	۱۳۳	۱	الفتنة الكبرىٰ : عثمان ، تصنیف طہٰ حسین صفحہ ۱۴۹ . ۱۵۰ - اور دیگر کتب .
۶۹	۱۶۵		جنگ جمل ناکثین یعنی عہد شکنوں سے تھی لیکن جنگ صفین قاسطین (یعنی ظالموں اور اہل باطل) سے تھی . علی بن ابی طالب اول الذکر گروہ کو معاف کر سکتے تھے لیکن آخر الذکر گروہ کو اصول عدالت کے تحت کسی صورت میں لائق عفو و گذشت نہیں قرار دے سکتے تھے .
۷۵	۱۸۴	۶ (اقبال)	غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم

صفحہ	بند	مصرع	کیفیت
۸۶ تا ۸۹	۱۷،۱۲ تا ۲۱،۲۲	سلسلۂ سابق	نہایت اس کی حسینؑ ، ابتدا ہے اسمٰعیل (اقبال) خوارج کا تذکرہ ہے جو تمام مستند تواریخ سے ثابت ہے اور جس پر تمام فرق کے مورخین گواہ ہیں اور متفق ہیں کہ ان کے افعال نہ محض متناقض ہی تھے بلکہ تمام اخلاقی خرابیوں کا مجموعہ تھے ۔ بقول غالب: ہر چند سبک دست ہوئے بُت شکنی میں ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اور
۹۲	۲۳۶		قال علی بن ابی طالب "ما رأیت نعمة موفورة الّا و إلیٰ جانبہا حق مضیع " ص۱۲۱ الامام علی صوت العدالة الانسانیة دفع الحاجة ۔ تالیف جورج جرداق اللبنانی ، ترجمہ:- علی ابن ابی طالب نے فرمایا " میں نے کبھی وافر نعمت نہیں دیکھی ، لیکن یہ کہ اسی کے پہلو میں ضائع شدہ حق نظر آیا "
۹۳	۲۳۷		قال علی ابن ابی طالب "ماجاع فقیر إلّا بما متع بہ غنی" صوت العدالة الانسانیہ ص۱۲۲ ترجمہ :- علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا "کوئی فقیر

صفحہ	بند	مصرع	کیفیت
			بھوکا نہیں رہا ۔ لیکن اس سبب سے جس سے کسی غنی نے فائدہ اٹھایا "
۹۳	۲۳۸		قال علی بن ابی طالب : " أأقنع من نفسی بأن یقال " امیر المومنین " ولا أشارکہم مکارہ الدّھر " ص۵ صوت العدالة الانسانیہ الخلق العظیم
۹۹	۲۵۷	۵-۶	شعر حافظ :- خدا چو صورت ابروئے دل کشائے تو بست گشاد کار من اندر کرشمہ ہائے تو بست حافظ شیرازی کے اس شعر کو بمناسبت محل ضرور منزلت ممدوح ذرا سا تغیر دے کر یوں تضمین کیا ہے۔ خدا چو صورت ابروئے دل کشائے تو بست گشاد کار جہاں در اشارہ ہائے تو بست